لطیفۃ التحقیق

سید رفیق علی شاہ لشنگی

ناشر: مینیجنگ کمیٹی جماعت لواری شریف

بتعاون: حضرت سلطان الاولیاء فاؤنڈیشن رجسٹرڈ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کل
لطیفۃ التحقیق (فارسی)

مؤلفہ: سید رفیق علی حسینی قادری پشنگی کچھی

کا

اردو ترجمہ

مترجم: محمد آدم اسحاقانی
غلام علامان "مدکان شریف" لواری

نظر ثانی: شیخ طریقت، عالی مرتبت، فیض درجت
حضرت پیر فیض محمد نقشبندی مجددی قدس سرہٗ
سجادہ نشین درگاہ عالیہ لواری شریف

ناشر
مینیجنگ کمیٹی جماعت لواری شریف، کراچی

بتعاون: حضرت سلطان الاولیاء فاؤنڈیشن (رجسٹرڈ)

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب ________ لطیفۃ التحقیق
مصنف ________ سید رفیق علی پشتنگی
مترجم ________ محمد آدم اسحاقانی
سعی و نگرانی ________ حاجی سلیمان
ناشر ________ مینیجنگ کمیٹی جماعت لواری شریف
بتعاون ________ حضرت سلطان الاولیاء قدس سرہٗ فاؤنڈیشن
تعداد ________ ۱۰۰۰
مطبع ________ نیو مجاز پریس کراچی
تاریخ :- ۱۷ / جمادی الثانی ۱۴۱۷ھ مطابق ۳۱ / اکتوبر ۱۹۹۶ء
(پہلا عرس مبارک حضرت راحمی بادشاہ قدس سرہٗ)

ملنے کا پتہ

(۱) درگاہ عالیہ لواری شریف ، ضلع بدین
(۲) درگاہ حضرت قاضی احمدؒ ، ضلع نواب شاہ
(۳) اسلام قلب ، ۶۷ ، گارڈن ایسٹ ، کراچی
(۴) ۱۲۵ - گارڈن ایسٹ - کراچی

گزارش

کتاب لطیفۃ التحقیق (فارسی) سید رفیق علی شاہؒ پشنگی پچھی نے ۱۱۲۲ھ مطابق ۱۷۱۰ء میں تحریر کی۔ جس کا سندھی ترجمہ مرحوم ماسٹر غلام حسین نے کیا۔ جسے میر خدا بخش مرحوم نے ۱۹۵۰ء میں چھپوایا۔

اس کتاب میں لواری شریف کے سلف صالحین کے مجمل حالات درج ہیں اور اس خاندان کے نسب نامہ پر جو خلیفہ اول سیدنا ابوبکر صدیقؓ سے جاملتا ہے۔ تحقیقی اور تصدیقی بحث کی گئی ہے۔

حضرت قبلہ پیر فیض محمد نقشبندی مجددی دام برکاتہ' موجودہ سجادہ نشین درگاہ عالیہ لواری شریف کے حکم پر میں نے اس کا اردو ترجمہ کیا اور نظرثانی کے لیے خدمت عالیہ میں پیش کیا۔ آپ نے بہ کمال شفقت و مہربانی اسے ملاحظہ فرمایا۔ ضروری درستگیاں کیں اور چھپوانے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ (۱)

اردو میں اس کتاب کی اشاعت سے لواری شریف کے قدیم بزرگان کی تاریخ نیز ان کے نسب نامہ کے متعلق تصدیق شدہ مندرجات' تاریخ سے دلچسپی رکھنے والے اردو دان طبقہ کی معلومات میں ایک وقیع اضافہ کا باعث ہوں گے اور تصوف کے وہ شائقین جو سندھی زبان نہیں جانتے۔ اس کتاب کے ذریعہ ان اکابر اولیاء کے انوار بخش اور ایمان افروز حالات سے مستفیض ہوں گے۔

آخر میں قارئین کرام سے استدعا ہے کہ وہ اس حقیر پر تقصیر کو دعائے خیر میں شامل فرمائیں۔ نیز مطالعہ کے دوران اگر کہیں سقم یا کمی محسوس ہو تو ازراہ کرم دامن عفو سے پوشیدہ فرمائیں۔

محمد آدم اسحاقانی

اعزازی سیکریٹری جنرل

جماعت لواری شریف

---

(۱) اس کتاب کی اشاعت سے قبل ہی حضرت قبلہ پیر فیض محمد نقشبندی قدس سرہٗ نے مورخہ ۱۷ رجمادی الثانی ۱۴۱۶ھ مطابق ۱۱ رنومبر ۱۹۹۵ء کو وصال فرمایا۔ آپ درگاہ عالیہ لواری شریف کے آٹھویں سجادہ نشین تھے۔ آپ کے بڑے فرزند حضرت پیر محمد صادق مدظلہٗ مٹھا سائیں درگاہ عالیہ لواری شریف کے موجودہ سجادہ نشین ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کلی

تقریظ

اہل تصوف اولیاء اللہ قدس سرہم کے حالات حیات مبارکہ پڑھنے سے انسان کی روحانی و اخلاقی حالت سدھرتی ہے۔ اپنے خالق و مولا کے نور سے وہ اپنا قلب منور کرتا ہے۔ جناب حضرت مولانا پیر احمد[1] زمان قدس سرہ کے دور مبارک میں "لواری جلال" (سندھی) کتاب لکھی گئی جس میں لواری شریف کے اکابران دین کے حالات درج ہیں۔ اس کتاب میں دی گئی آپ کی تقریظ میں یہ خواہش ظاہر کی گئی ہے کہ درگاہ لواری شریف کی قدیم کتابوں کا ترجمہ کروا کے اور طبع کروا کے عوام الناس کی بھلائی کے لیے شائع کی جائیں۔

آپ کے وصال کے بعد راقم کا ارادہ تھا کہ یہ قدیم کتب چھپوا کر شائع کی جائیں لیکن جوں ہی حضرت خواجہ احمد زمان قدس سرہ نے وفات پائی۔ مخالفوں نے یکے بعد دیگرے فساد کا سلسلہ شروع کردیا۔ اس لیے یہ کام کافی عرصہ تک ملتوی رہا۔ اب الحمد اللہ کچھ کتابوں کے تراجم ہو چکے ہیں۔ خداوند کریم سے امید ہے کہ یکے بعد دیگرے یہ کتب سندھی و دیگر زبانوں میں ترجمہ کروا کے شائع کی جائیں گی۔

جیسا کہ اس کتاب "لطیفتہ التحقیق" میں لواری شریف کے اکابرین کی قدیم تاریخ دی گئی ہے۔ اس لیے اس کو سب سے پہلے چھپوانے کا بندوبست کیا گیا ہے۔

لواری شریف کے مخالفین کا گروہ نہ صرف اس دور میں بلکہ بزرگان ماسبق کے دور میں بھی موجود رہتا آیا ہے۔

جیسا کہ تواریخ تحفتہ الکرام کی مندرجہ ذیل عبارت سے ظاہر ہوتا ہے:۔

---

(۱) آپ درگاہ لواری شریف کے چھٹے سجادہ نشین تھے۔ آپ کا وصال یکم رجب ۱۳۵۷ھ مطابق ۸ ۱۹۳ء کو ہوا۔ مزار اقدس روضۂ اطہر درگاہ لواری شریف میں واقع ہے۔

"میاں محمد زمانؒ مشائخ حال از معتقدان میاں ابوالقاسم نقشبندی و میاں
محمد نقشبندی تتوی بفراوان رشد سلسلہ نقشبندیہ مرجع ارباب ارادات صاحب
تصرفات بلیغ اکنوں در موضع لواری قریب بدین اقامت دارد۔ عالمی رابہ فیض
وافی می رساند۔ اکثر مردم راعقیدہ آنکہ درین وقت وجودش دراین طریقہ بے ہمتا
است۔ باوجود بے وجہی مہمان خانہ عام داردو طرفہ آنکہ گروھی بی بمعنی نابردہ
درطعنش مصروفیت۔ میاں محمد زمانؒ و بہ خلف نامدار میاں گل محمد گزاشت ازو پنج
فرزند ماندہ ازاں صاحب سجادہ محمد زمان ثانی قدس سرہ کہ درماہ صفر ۱۲۴۷ھ مسموماً
وفات یافت۔"

ترجمہ:۔ (میاں محمد زمانؒ وقت کے مشہور مشائخ ابوالقاسم نقشبندیؒ اور
میاں محمد نقشبندی ٹھٹھویؒ کے معتقدین میں سے تھے۔ بڑے باہدایت' سلسلہ
نقشبندیہ کے مریدوں کے مرجع صاحب کرامات بزرگ تھے اور دنیا جہان کو اپنا کثیر
فیض پہنچایا۔ اکثر لوگوں کا اعتقاد ہے کہ اس وقت ان کا وجود اس طریقہ عالیہ میں
لاثانی ہے۔ بظاہر آمدنی کا کوئی ذریعہ نہ ہونے کے باوجود ان کا لنگر جاری رہتا ہے۔
تعجب ہے کہ ایک گروہ حقیقت کو سمجھے بغیر صرف ظاہر کو دیکھ کر ان پر طعنہ زنی کیا
کرتا ہے۔ میاں محمد زمانؒ کے نامور فرزند میاں گل محمد تھے۔ جن کے چھ فرزندوں
میں سب سے بڑے محمد زمان ثانی قدس سرہ اپنے والد کے بعد سجادہ نشین ہوئے۔
ان کا وصال ماہ صفر ۱۲۴۷ھ مطابق ۱۸۳۱ء میں بوجہ زہر ہوا۔)

حضرت خواجہ احمد زمان قدس سرہ کے دور میں مخالفت کا زور نہایت منظم اور
وسیع پیمانے پر رہا۔ جس کا خاص سبب لواری شریف میں حج(۱) کے دن کا اجتماع تھا۔

---

(۱) ۹ر ذوالحجہ حضرت خواجہ ابوالمساکین ٹھٹھوی قدس سرہ' بانئے درگاہ لواری شریف خواجہ
محمد زمان قدس سرہ کے مرشد کا یوم وصال ہے جیسا کہ قلمی کتاب مرغوب الاحباب میں
مندرج ہے۔

"الغرض بازبان ملک شریف عرب منیف شدہ اندوبقیہ عمر درمکہ مکرمہ بافتوت و سخا
گزرانیدہ اند وبروز عرفات برعرفہ بوصال عریانی در مرض اسہال ہیضہ وبا رسیدہ اند سال یازدہ و
چہل ونہ' ہجری است۔"

ترجمہ:۔ الغرض ملک شریف عرب میں رہنے لگے اور بقیہ عمر مکہ مکرمہ میں سخاوجوانمردی

اگرچہ اس سے متعلق ۱۹۳۸ء میں حضرت خواجہ احمد زمان قدس سرہ نے ایک عام تردیدی اشتہار بھی شائع کروایا تھا۔ جس کی نقل اس کتاب میں دی گئی ہے۔

حضرت خواجہ احمد زمان قدس سرہ کے دور میں ایک پیشنگوئی جس کو اختراع کرنے والے درگاہ شریف کے مخالفین سندھ کے دو تین مشہور اشخاص تھے۔ جن کے نام ہم "مصلحتاً" ظاہر نہیں کرنا چاہتے۔ انہوں نے ایک جعلی پیشنگوئی وضع کی۔ جس میں حضرت خواجہ صاحب کے خلاف ناشائستہ الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔ اس پیشنگوئی کو مشہور عارف باللہ خواجہ شہید گرھوڑیؒ کے نام سے منسوب کرکے مشتہر کیا گیا۔ جس کی تردید سید احمد شاہ سجادہ نشین گرھوڑ شریف نے کی ہے۔ اس تردید کی نقل بھی اس کتاب کے اوائل صفحات پر دی گئی ہے۔ علاوہ ازیں ہر قسم کے بہتان درگاہ شریف کے خادمین اور جماعت کے خلاف باندھے جاتے ہیں۔ شاید آیندہ بھی بہتان باندھے جائیں۔

فی زمانہ انسانوں میں تحقیقات کا مادہ کم ہے۔ صرف پروپیگنڈے کے پیچھے دیوانہ وار رواں دواں رہتے ہیں۔ چونکہ بزرگان دین اولیاء کرام اللہ تعالیٰ کے نور کے حامل ہیں اور اسے پیارے ہیں۔ اس لیے ان کی زندگی کے حالات سے ہر ایک مومن کو واقف ہونا برکت اور رحمت الٰہی کا باعث ہے۔ جو اشخاص ایسے برگزیدہ اکابران دین کی مخالفت کرتے ہیں اور جھوٹے بہتان باندھ کر ان برگزیدگان کو تکلیف اور اذیت دیتے ہیں۔ وہ اپنے اور عوام الناس کے ایمان کا نقصان اور گمراہی حاصل کرتے ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ ہر مسلمان اور مومن کو اس شر سے پناہ اور حفظ میں رکھے۔ آمین۔ (۹)

پیر گل حسن صدیقی (قدس سرہ)

کے ساتھ گزاری اور حج کے دن (۹ ذوالحجہ) کو بمقام عرفات مرض اسہال و ہیضہ کی وبا کے عارضہ میں ۱۳۴۹ھ کو وصال فرمایا۔ اس دن درگاہ شریف پر عرس کا اجتماع قدیم زمانے سے ہوتا آیا تھا۔ جس پر کانگریسی وزارت نے درگاہ شریف کے مخالفوں سے سازباز کرکے مصنوعی حج کے بے بنیاد الزام کے تحت ۱۹۳۸ء میں پہلی بار بندش لگادی جو آج تک جاری ہے۔

(۹) آپ درگاہ لواری شریف کے ساتویں (۷) سجادہ نشین تھے۔ آپ کا وصال ۲۲ ذی قعدہ مبارک ۱۴۰۲ھ مطابق ۱۹۸۲ء کو ہوا۔ مزار اقدس درگاہ لواری شریف میں واقع ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کل

اعلان

اس وقت پورے سندھ میں بلکہ بیرون سندھ بھی ہمارے طریقہ کے مخالفین عام طور پر یہ غلط فہمی پیدا کر رہے ہیں کہ ہم درگاہ لواری شریف پر ۹ اور ۱۰ ذی الحجہ کو حج عرفات کی نقل کرتے ہیں۔ جو سراسر جھوٹ اور افترا ہے۔ ہم اپنے عقائد کے متعلق کئی بار وقت بوقت اعلان کر چکے ہیں اور پھر اعلان کرتا ہوں کہ ہم اللہ تعالیٰ کی توحید کو ایمان کا رکن اول سمجھتے ہیں۔ رسول عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ہمارا ایمان کامل ہے۔ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی آخر الزمان مانتے ہیں اور روزہ، نماز، حج، زکوٰۃ اور دیگر ارکان پر یقین رکھتے ہیں۔ ہمارا قبلہ بھی وہی ہے جو تمام مسلمانوں کا ہے یعنی کعبہ مکہ مکرمہ اور ہمارا قرآن مجید کی صداقت پر پورا ایمان ہے۔ ہمارا طریقہ نقشبندیہ عالیہ ہے۔ میرے والد ماجد علیہ الرحمتہ نے چھ مرتبہ حج عرفات ادا کیا اور آپ کا وصال بھی وہیں مکہ مکرمہ میں ہوا۔ میرے جد امجد علیہ لرحمتہ نے بھی چھ بار حج بیت اللہ ادا کیا۔ آپ کا مدفن جنت البقیع (مدینہ منورہ) میں ہے۔ الحمد اللہ! میں خود بھی شرف حج بیت اللہ سے تین بار مشرف ہو چکا ہوں اور اب بھی یہ امید رکھتا ہوں کہ خداوند تعالیٰ یہ نعمت پھر نصیب کرے۔ ہمارے برادران طریقت وقت بوقت اس نعمت سے یعنی حج عرفات سے فیض یاب ہوتے رہتے ہیں۔ جن کو میں نے کبھی نہیں روکا بلکہ مبارک باد دیتا رہا ہوں۔ اس مبارک مقام پر جانے سے روکنا میں گناہ سمجھتا ہوں۔ میں اوپر کہہ چکا ہوں کہ الحمد اللہ ہمارا ارکان اسلام پر پورا پورا ایمان ہے اور جو مسلمان حج عرفات سے انکار کرتا ہے۔ وہ ہمارے نزدیک اسلام کے ایک بڑے رکن سے انکار کا گناہ گار ہے۔

مخالفین کی طرف سے نہایت مبالغہ اور صریح جھوٹ سے کام لیتے ہوئے یہ

بیان کیا جاتا ہے کہ لواری شریف میں ایک نیا کعبہ تعمیر کیا گیا ہے۔ جو بالکل بہتان اور الزام ہے۔ یہ سچ ہے کہ میرے نزدیک ۹ر اور ۱۰ر ذی الحجہ (جو کہ دونوں بڑی عظمت والے دن ہیں) ان دونوں ایام میں درگاہ لواری شریف میں رہنا ہم اپنے لیے رحمت اور نجات دارین کا باعث اور حصول برکات کا سبب سمجھتے ہیں۔ ہمارے عقیدے کے مطابق درگاہ پاک پر افضال و اکرام اور احسانات الٰہی کی بے حساب بارش ہوتی ہے۔ ہم ۱۰ر ذی الحجہ کو نماز عید مل کر پڑھتے ہیں اور ۹ر ذی الحجہ کو بھی نماز ظہر وقت مقررہ پر باجماعت ادا کرتے ہیں۔ بعد ادائے نماز ظہر طریقت کے دو بھائی جماعت کے سامنے خطبہ یعنی وعظ اور صفت پڑھتے ہیں۔ جس میں اللہ پاک کی حمد رسول اطہر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعریف' مدح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور مرشد کریم سلطان الاولیاء کے مناقب بیان کیے جاتے ہیں۔ نماز کے وقت ہم اپنا منہ حکم اسلامی کے بموجب کعبہ مکہ مکرمہ کی جانب رکھتے ہیں۔ اس مبارک موقع پر درگاہ کا کوئی بھی مرید کسی بھی مناسک حج کی نقل ہرگز نہیں کرتا۔ نہ سر منڈھوانا' نہ سر ننگا کرنا' نہ احرام باندھنا' نہ کنکریاں مارنا' نہ صفا مروہ دوڑنا وغیرہ۔

میرے اس اعلان کی بعد بھی اگر کوئی مخالف یہ بہتان باندھے گا یا جھوٹے الزام تراشے گا کہ لواری شریف میں حج عرفات کی مشابہت یا نقل ہوتی ہے تو پھر کہا جائے گا کہ اسے نفسانی ضد ہے جس کا کوئی علاج نہیں خداوند سبحانہ اسے ہدایت دے۔ افسوس ہے کہ کچھ مولوی صاحبان جاہلوں کے منہ سے جھوٹی باتیں سن کر ان پر اعتبار کرکے اور انہیں سچ سمجھ کر عوام الناس کو گمراہ کر رہے ہیں۔ ان میں سے کسی کو بھی ذاتی طور پر علم نہیں کہ لواری شریف میں ۹ر اور ۱۰ر ذی الحجہ کے موقع پر کیا ہوتا ہے۔ مولا کی عنایت سے وہاں پر کوئی بھی کام شریعت کے خلاف نہ اس سے پہلے کبھی ہوا ہے اور نہ آیندہ کبھی ہونا ہے۔ حدیث شریف میں اس شخص کو ظالم کہا گیا ہے جو سنی سنائی باتوں پر اعتبار کرکے گمراہی پھیلائے۔

احمد زمان پیر لواری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون

اعلان حق

میں تمام مسلمان بھائیوں کو اس اعلان کے ذریعہ آگاہ کرنا چاہتا ہوں کہ اولیاء کرام اور طریقت پاک کے دشمنوں نے درگاہ لواری شریف کے خلاف مختلف اقسام کے جھوٹ اور بہتان، کتابوں اور پیشنگوئیوں کی صورت میں لکھوا کر مخلوق کو گمراہ کیا ہے۔ جیسا کہ ایک پیشنگوئی حضرت مخدوم شہید بادشاہ خواجہ عبدالرحیم گرھوڑیؒ صاحب کے نام سے منسوب کر کے اس میں حضرت مرشدنا، پیر بادشاہ خواجہ احمد زمان قدس سرہ لواری شریف کے خلاف صریحاً غلط بیانی سے کام لے کر گمراہی پھیلائی گئی ہے کہ حضرت مرشدنا خود کو رسول کہلواتے تھے اور اپنے اوپر کلمہ پڑھواتے تھے۔ وغیرہ۔

نہایت افسوس کے ساتھ ظاہر کرنا پڑتا ہے کہ خود غرض افراد عداوت اور دشمنی کے تحت، جھوٹ سے کام لے کر حضرت شہید بادشاہ گرھوڑیؒ جیسی برگزیدہ اور پاک ہستیوں کے کلام پاک میں دست اندازی کرتے ہوئے جھوٹی روایات بیان کر کے مخلوق خدا کو گمراہ کرتے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اور اس کے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ذرہ بھر بھی خوف نہیں کرتے۔ میں مذکورہ پیشنگوئی، جس میں صریحاً کذب بیانی سے کام لے کر درگاہ لواری شریف اور حضرت مرشدنا کے خلاف جو کچھ لکھا گیا ہے۔ اس کی پر زور الفاظ میں تردید کرتا ہوں اور تمام مسلمانوں کو آگاہ کرتا ہوں کہ اولیاء کرام کے دشمنوں کی سازشوں سے اپنا ایمان بچائیں۔ میں دعویٰ کے ساتھ کہتا ہوں کہ بحیثیت سجادہ نشین درگاہ حضرت شہید بادشاہ گرھوڑیؒ میرے پاس اصل کتاب موجود ہے جو حضرت شہید بادشاہ کے کلام پاک پر مبنی ہے۔ جس میں پیشنگوئیاں بھی ہیں۔ اس میں کوئی ایسی تحریر

نہیں۔ میرے اس اعلان کے بعد بھی اگر کوئی شخص مذکورہ غلط پیشنگوئی پر اعتبار کرے گا تو وہ خود خداوند عزوجل اور اس کے رسول پاک ؐ کے نزدیک جوابدہ ہوگا۔ میں نے اپنا فرض ادا کیا۔ وماعلینا الاالبلاغ المبین

دُعاگو:
سید احمد شاہ[1]
سجادہ نشین
درگاہ معلّی گڑھوڑ شریف

(۱) ان کا وصال ہو چکا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کل

واضح ہو کہ کتاب "لطیفتہ التحقیق" ۱۱۲۲ھ مطابق ۱۷۱۰ء میں سید رفیق علی شاہؒ پشنگی پچھی نے لکھی۔ جن کا احوال اس کتاب کے اواخر میں دیا گیا ہے۔ سید مذکور نے ۱۱۲۴ھ/۱۲/۱۷۱۲ء میں وفات پائی۔ شیخ حاجی عبدالطیفؒ کے ساتھ مخالفوں کی مخالفت کی وجہ سے مولف نے حاجی صاحبؒ کے اسلاف کی شناخت کی خاطر اور ان کی دوستی کو ملحوظ رکھتے ہوئے قلم اٹھایا۔

یہ کتاب فارسی میں لکھی گئی ہے۔ جس کا سندھی ترجمہ میں 'غلام صاحب الوقت نے' مرشد کریم دام برکاتہ کے حکم پر کیا ہے یہ لفظی ترجمہ نہیں لیکن آزادانہ طور پر پورے مفہوم و مطلب کو سندھی میں سمویا گیا ہے۔(۱)

شیخ الشیوخ قطب ربانی حضرت بہاؤالدین ملتانیؒ نے جس مقام پر نور الٰہی برستے دیکھا تھا اور ادبیت کی خاطر وہاں سے پاپیادہ گزرے۔ اس واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے حاجیؒ صاحب نے کہا تھا کہ اس مقام پر کسی کامل کا مزار شریف واقع ہوگا۔

حاجی صاحب خواہ حضرت ملتانی صاحب قدس سرہم کی یہ پیشن گوئی بالکل صحیح ثابت ہوئی۔ اس مقدس مقام پر جہاں حضرت قطب ملتانیؒ قدس سرہ نے نور الٰہی کی بارش اپنی خاکی آنکھوں سے دیکھی تھی۔ وہاں پر حضرت سلطان الاولیاء قدس سرہ کا وجود پاک ظاہر ہوا۔ آپ کے فیض سے بے شمار لوگ فیض یاب ہوئے۔ آپ کا وصال بھی اسی مقام پر ہوا اور آپ کا روضہ مبارک بھی اسی جگہ واقع ہے۔

اس وقت حاجی صاحبؒ پرانی لواری میں رہائش پذیر تھے اور وہیں مدفون ہیں۔ یہ اجڑا ہوا شہر نئی لواری شریف کے جنوب میں واقع ہے۔

---

(۱) اب اس کا اردو ترجمہ قارئین کے ہاتھوں میں ہے۔

میر میاں نور علی شاہ رح لکھوی اور میر میاں شجاع محمد رح لکھوی (ساکنان شہر لکھی) کے کتاب کے حواشی پر درج نوٹ زیر نظر کتاب میں بھی لکیر کھینچ کر نیچے حواشی پر دیے گئے ہیں اور لکھی کا شہر تعلقہ سکھر میں ہے۔

غلام حسین (۱)

پینشنر اسسٹنٹ ڈپٹی ایجوکیشنل

---

(۱) ان کا وصال ہو چکا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لہ ومن لدیہ وصلوت

علیٰ من علیہ وعلیٰ آلہ الذین نحوالیہ

سید رفیق علی حسینی قادری پشنگی پھی، ساکن گاؤں نڑیہ کہتے ہیں کہ نسب بہ نسبت حاجی عبداللطیفؒ کے ساتھ دشمنوں نے تکرار کی۔ چنانچہ میں ان کے اسلاف کی دوستی کو ملحوظ رکھتے ہوئے نسب نامہ تحریر کیا اور کتاب کا نام "لطیفتہ التحقیق فی شرف نسب الصدیق" رکھا۔

نسب نامہ اس طرح ہے:۔

۱۔ حاجی عبداللطیفؒ بن
۲۔ شیخ طیبؒ بن
۳۔ شیخ ابراہیمؒ بن
۴۔ شیخ عبدالواحدؒ بن
۵۔ شیخ عبداللطیفؒ کلاں بن
۶۔ شیخ احمدؒ بن
۷۔ شیخ بقاؒ بن
۸۔ شیخ محمدؒ بن
۹۔ شیخ فقراللہؒ بن
۱۰۔ شیخ عابدؒ بن
۱۱۔ شیخ عبداللہؒ بن
۱۲۔ شیخ طاؤسؒ بن
۱۳۔ شیخ علیؒ بن
۱۴۔ شیخ مصطفےٰؒ بن
۱۵۔ شیخ مالکؒ بن
۱۶۔ محمدؒ بن
۱۷۔ ابوالحسنؒ بن
۱۸۔ محمدؒ بن
۱۹۔ طیارؒ بن
۲۰۔ عبدالباریؒ بن
۲۱۔ عزیزؒ بن
۲۲۔ فضلؒ بن
۲۳۔ علیؒ بن
۲۴۔ اسحاقؒ بن
۲۵۔ ابراہیم ابی بکرؒ بن
۲۶۔ قائمؒ بن
۲۷۔ عتیقؒ بن
۲۸۔ محمدؒ بن
۲۹۔ عبدالرحمٰنؓ بن
۳۰۔ حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ

اس خاندان کے اسلاف درویش صفت تھے۔ سادگی سے دلی لگاؤ تھا۔ اسی خصوصیت کی بنا پر کوئی دنیوی فتنہ ان کے پاس کبھی نہیں پھٹکا۔ وہ اپنے مولا کے ساتھ مشغول رہے۔ گوشہ نشینی میں اپنا فخر سمجھا۔

اوپر دیے گئے شجرہ میں پندرھویں نمبر پر مذکور شیخ مالکؒ حج کے لیے گئے ہوئے تھے اور شیخ محمد یمانیؒ (سلسلہ سہروردیہ کے مشہور پیشوا) بھی حج کی خاطر مکہ معظمہ آئے تھے۔ شیخ یمانیؒ کی تعریف سن کر شیخ مالکؒ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جنہوں نے ڈیڑھ سال کے عرصہ میں انہیں رنگ کر کامل کردیا اور اپنا خلیفہ قرار دے کر خرقہ ارشاد پہنایا اور اجازت دی کہ جائیں اور طالبان حق کو ارشاد سے نوازیں۔

شیخ مالکؒ کے بعد شجرے میں مذکور دیگر اسلاف کے اسمائے گرامی کے ساتھ "شیخ" کا لقب نہیں دیا گیا۔ اس لیے کہ قارئین کو یہ فرق معلوم ہو۔

شیخ مالکؒ سے لے کر شیخ طیبؒ تک۔ سب طریقہ سہروردیہ میں کمالات اور کرامات کے اصحاب ہو گزرے ہیں۔

جاننا چاہیے کہ عبدالرحمٰنؓ بن ابوبکر صدیقؓ کی اولاد میں عبداللہ[1]، طلحہ[2]، محمد[3] قاسم ابی بکر اور اسحاق[4] تھے جو دیگر ممالک میں پھیل گئے اور جو مورخین و

---

(۱) عبداللہ کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے فرزند ہیں لیکن بعض محدثین کے قول کے مطابق یہ عبدالرحمٰنؓ کے بیٹے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پوتے ہیں۔ جو بے اولاد رحلت کر گئے۔ علامہ عسقلانی نے کافی تحقیقات کے بعد اس طرح لکھا ہے کہ مذکور عبداللہ، حفید محمد عبدالرحمٰن کے فرزند ہیں اور نہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے۔

(۲) عمدۃ التحقیق میں علامہ ذہبی نے طلحہ کے بارے میں رائے ظاہر کی ہے کہ طلحہ ولد عبداللہ جن کا لقب قائم بن عتیق بن محمد ہے۔ ان کا نام نوح ہے اور یہ بکرۃ المغربہ قبیلے کے جد امجد ہیں۔

(۳) محمد بن عبدالرحمٰن کے بارے میں "ذہبی" والے فرماتے ہیں کہ حضرت صدیقؓ کے پوتے ہیں، آپ نے محمد نبی کریمؐ کی زیارت ان کی حیات مبارکہ میں ہی کی تھی۔ محمد کے پوتے قائم کے نام سے ملقب ہیں۔ جو عبادت اور فضیلت کی وجہ سے مشہور ہیں۔

(۴) الفرائد ابن الاثیر لکھتے ہیں کہ امام علی بکری جنہوں نے یمن اور دیبل کا سفر کیا تھا۔ وہ اسماعیل کے بیٹے ہیں۔ جو اسحاق بکری کے نام سے مشہور ہیں۔ ابراہیم ابی بکر سے منقول ہے کہ آل صدیقی کی خصوصیت یہ ہے کہ پیدائش سے لے کر وصال تک کوئی صدیقی فرد کبھی دنیا کے فتنہ میں نہیں پھنسے گا۔

(راقم میر محمد شجاع و میر نور علی)

محدثین کے نزدیک معروف ہیں لیکن زیادہ تر سندھ' ہند اور کچھ میں وارد قبائل' جن کی نسل یہ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ یا ابو نجیب تک پہنچاتے ہیں۔ ان دو شیوخ کے سوا دیگر قبائل کو صحیح نہیں گردانتے۔ اس لیے کہ یہ تواریخ سے نابلد ہیں۔ ورنہ عرب' مصر' بیروت' شام' یمن میں ہر ایک قبیلہ کی نسل جدا جدا ہے۔

مجھ' مولف کو یمن میں اس نسل کا ایک قبیلہ نظر آیا۔ جس کے افراد کے پاؤں میں پیدائش سے ہی سانپ کے ڈنگ کا نشان صاف دکھائی دیتا تھا۔

مالکی شیوخ اپنی کمالیت اور براہ راست سہروردی ہونے کے باوجود دیگر شاخوں کے سہروردی بزرگوں کے متعلق فرماتے تھے کہ وہ ہمارے اساتذہ کی مانند ہیں اور ہم شاگردوں کی مثل۔ وہ مخدوم ہیں۔ ہم فقیر ہیں۔

سب سجادہ نشین' ملتان شریف کے سہروردی بزرگوں کی بہت ہی رعایت رکھتے تھے اور ہر ایک سہروردی بزرگ کی ہمیشہ تعظیم کرتے آئے۔

باوجود اپنی اس قدر رجوعات اور فیض رسانی کے انہوں نے اپنے آپ کو کبھی شیخ یا پیر نہیں کہلوایا۔ اگر کوئی انہیں پیر یا شیخ کہہ کر پکارتا تو آزردہ ہوتے تھے اور فقیر کہنے پر خوش ہوتے تھے۔ اسی لیے عوام' ان کی رضا اور خوشنودی کی خاطر انہیں فقیر ہی کہتے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ ہمارے اور مخدومین کے مابین یہ فرق تو رہنا چاہیے۔ ہمیں فقیری میں بڑی خوشی محسوس ہوتی ہے۔

سہروردی طریقہ کے جملہ چودہ شیوخ ہوئے۔ وہ سب جتنے عالی نسب تھے۔ اتنا ہی ان کی خرق عادات (کرامات) عجیب و غریب تھیں۔ علم معرفت و کرامات میں اپنی مثال آپ تھے۔

شیخ عبداللطیف کلاںؒ (بڑے)

یہ چودہ (۱۴) شیوخ میں سب سے زیادہ بلند درجہ کمالات و علم کے صاحب تھے۔ علم و عرفان میں اعلیٰ مقام رکھتے تھے۔ راٹھور کے گاؤں میں رہ کر انھوں نے طالبوں کے لیے علم کی تدریس شروع کی۔ شریعت و طریقت کے علم سے طالبوں کو مالامال کردیا۔ انھوں نے کئی ایک کتب لکھیں۔ جن میں مریدوں کو عبادت کی طرف مائل کرنے کے لیے مختلف معلومات اور معرفت کی واضح ہدایت دی گئی ہیں۔ راٹھور قوم کے گاؤں راٹھور کو اپنے دریائے فیض سے مشہور کردیا۔ اسی لیے شیخ صاحب کو راٹھوری یا راٹھور بھی کہتے تھے۔ بعض لوگ راہوٹو بھی کہتے تھے۔ کیونکہ گاؤں راٹھور دیہہ راھوٹا میں شمار ہوتا تھا۔

شیخ صاحبؒ کی عمر ایک سو (۱۰۰) سال سے زائد ہوئی۔ باوجود اس قدر پیری اور ضعیفی کے نماز کھڑے ہو کر پڑھتے تھے۔ نہایت عابد اور پرہیزگار تھے۔ لوگ ضعف پیری میں کھڑے ہو کر نماز ادا کرنے پر اعتراض کرتے اور انہیں کہتے کہ ایسی ضعیفی کی حالت میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنا واجب نہیں ہے۔ شیخ صاحبؒ جواب دیتے کہ اگر کوئی شخص سوغات لے کر میرے دروازے پر دستک دے اور خدام میں سے کوئی موجود نہ ہو تو میں ہی اٹھ کر دروازے پر جاؤں گا۔ جب دنیوی امور کے لیے آدمی اٹھ سکتا ہے تو پھر خدائی کام کے لیے کھڑا نہ ہونا کتنی بڑی غلطی ہوگی!! یہ زاہد و متقی تو منفرد تھے۔ شب بھر میں پچّیس (۲۵) ہزار دفعہ ذکر کیا کرتے تھے۔ کسی بھی شرعی امر کو نہیں چھوڑا۔ عبادت کے لیے کہا کرتے تھے کہ عبادت سے نعمت الٰہی کے در کھلتے ہیں۔ ہمیشہ گوشہ نشینی میں زندگی بسر کی۔ کسی بھی مرید کے در پر کبھی نہیں گئے۔ بڑھاپے اور ضعیفی کی تکلیف کی کبھی شکایت نہیں کی۔ بیماری کی حالت میں ہائے ہائے یا اف تک زبان پر نہیں لائے۔ غصہ یا رنجیدگی کی حالت میں کبھی کوئی ناشائستہ لفظ زبان سے نہیں کہا اور نہ ہی کسی سے بدکلامی کی یا کسی کو

بدعادی۔ نہایت ہی برگزیدہ تھے۔ اگر کوئی بڑی بھول یا عظیم خطا کا مرتکب ہوتا تو ان کی زبان سے صرف یہ الفاظ نکلتے کہ "اللہ تعالیٰ نے جانوروں کو انسانی صورت میں پیدا کیا ہے۔" یا "اللہ تعالیٰ نے جانوروں کی روحیں انسانوں میں داخل کی ہیں۔" شیخ صاحبؒ کی کرامات ان گنت ہیں یہاں پر ان کی چند ایک کرامات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

کرامات

(۱) ایک دفعہ شیخ کے مریدوں میں سے کچھ مرید رات کے وقت بیابان میں سے گزر رہے تھے۔ راستے میں لٹیروں نے آلیا۔ بے چاروں نے شدید آہ و بکا کی اور آسمان سر پر اٹھالیا اور اپنے شیخ کو پکارنے لگے کہ "یہ امداد کی گھڑی ہے" اچانک روشنی نظر آئی۔ جسے ان مریدوں اور رہزنوں نے دیکھا کہ اس روشنی کے ساتھ ایک گھڑ سوار سرپٹ ان کی طرف آرہا ہے۔ لٹیرے تو سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے اور پلک جھپکتے ہی غائب ہو گئے۔ جیسے سوار نزدیک آتا گیا۔ ویسے روشنی زیادہ ہوتی گئی۔ جب وہ قریب پہنچا تو مریدوں نے پہچانا کہ یہ ہمارا مرشد کامل شیخ عبداللطیفؒ ہے۔ جن کے چہرے مبارک نے اندھیری رات کو چودھویں میں بدل دیا ہے۔ جب مریدوں کے قریب ہوئے تو ان سے کہا کہ میں رہزنوں کے تعاقب میں جاتا ہوں آپ بلاخوف اپنی راہ چلے جائیں۔ اتنا کہہ کروہ آگے بڑھے اور غائب ہو گئے اور پھر اسی طرح اندھیرا چھا گیا۔

(۲) ایک مرید پر جنات کا اثر ہو گیا۔ اس بیچارے نے کئی تعویذ گنڈے، دم جھاڑ پھونک وغیرہ کروائے اور کئی حیلے حوالے کیے لیکن لاحاصل! الٹا تکلیف بڑھتی گئی۔ بالاخر اپنا درد بھرا احوال شیخ صاحبؒ کے سامنے آکر پیش کیا۔ شیخ

صاحب نے اسے دلاسہ دیا اور فرمایا کہ تجھے ہم تعویذ لکھ کر دیتے ہیں۔ اس وقت عصر کی نماز کا وقت ہو رہا تھا۔ اس مرید نے شیخ صاحبؒ کو وضو کروایا۔ وضو کے دوران شیخ صاحبؒ کی ریش مبارک سے چند بال فرش پر آگرے۔ جن کو اس مرید نے بلا اجازت اٹھا کر اپنے پلو میں باندھ لیا اور پھر تعویذ لے کر چلا گیا۔ اسی رات جنات کا اثر زائل ہو گیا۔

ایک دفعہ مذکورہ شخص بیمار ہوا۔ بچنے کی امید نہ رہی۔ اس نے یہ بال مبارک تعویذ کی صورت میں گلے میں پہن لیے۔ رات کو اس کے بدن سے روشنی نکلتی ہوئی نظر آئی۔ اس نے محسوس کیا کہ یہ ان بالوں کا اثر ہے۔ بال کھولے تو وہ شعلے کی مانند جھلکیاں دینے لگے پورا گھر روشن ہو گیا اور صبح وہ شخص چنگا بھلا ہو گیا پھر کسی مرید کی کوئی بیماری ہوتی تو بال مبارک کو تعویذ بنا کر پہننے سے وہ شفایاب ہو جاتا تھا۔ بلا اجازت لائے گئے یہ بال بھی خرق عادات (کرامات) کا کام دے رہے تھے۔ مولف کہتا ہے کہ میں نے بھی یہ بال آزمائے۔ ان سے صرف آپ کے مریدوں کو ہی فائدہ ہوتا تھا۔ دوسروں کو نہیں۔ میں نے بھی ان بالوں میں چند بال احتیاطاً" اپنے پاس تبرک کے طور پر محفوظ کر لیے تھے۔

(۳) ایک دن چند مریدوں نے آکر شیخ صاحبؒ سے عرض کیا کہ ہماری دوسرے علاقہ کے لوگوں کے ساتھ ہمیشہ ذاتی لڑائی ہوتی رہی ہے۔ ویسے تو ہم دشمنوں سے نبرد آزما ہونا جانتے ہیں لیکن اس وقت ہمارے کئی ساتھی باہر کام سے گئے ہوئے ہیں۔ ہم تعداد میں تھوڑے ہیں اور دشمن زیادہ ہیں۔ وہ موقع سے فائدہ اٹھانے کے لیے لڑنے کی تیاری کر رہے ہیں۔ ہم میں مقابلے کی تاب نہیں۔ مفت میں مارے جائیں گے۔ شیخ صاحبؒ کو اپنے ان مریدوں کی حالت کسمپرسی پر ترس آگیا۔ آپ نے ان کو دھاگہ پڑھ کر عنایت کیا اور فرمایا کہ اس دھاگے کو شہر کے باہر چوگرد پھیر دیں۔ اس سے دشمنوں کو اندر آنے کی مجال نہ ہو گی۔

مریدوں نے ایسے ہی کیا پھر تو عجیب اسرار ظاہر ہوئے۔ رات کو دشمنوں نے شہر پر چڑھائی کی۔ تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بڑا قلعہ شہر کے گرد تعمیر ہے۔ جسے دیکھ کر وہ آپس میں کہنے لگے کہ شاید ہم بھول کر یہاں آگئے ہیں۔ چنانچہ واپس چلے گئے۔ صبح اصل حقیقت معلوم کرنے کے لیے جاسوس روانہ کیے تو پتا چلا کہ وہاں تو کچھ بھی نہیں پھر دوسری شب وارد ہوئے تو انہیں ایک خندق (کھائی) پانی سے بھری ہوئی نظر آئی۔ جسے عبور کرنے کا راستہ ہی نہ ملا اور وہ ناکام و مراد واپس لوٹے۔ پھر تیسری شب حملہ کرنے کی ٹھانی تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک تالاب موجیں مار رہا ہے۔ یہ لوگ غصہ سے بھرپور، تیر کر پار ہو جانے کے زعم میں تالاب میں کود پڑے لیکن تالاب کا پانی اس قدر گرم تھا کہ وہ چیخیں مار مار کر باہر نکلے۔ اس طرح پندرہ (۱۵) مرتبہ باہر نکلے۔ ہر بار بچاؤ کے جدا جدا نمونے نظر آئے۔ بار بار ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ آخر کار مریدوں کے ساتھی بھی اپنے کام سے واپس آگئے۔ دشمنوں نے مقابلے سے عاجز آکر ان کے سامنے ہتھیار ڈال دیے اور انہیں تفصیل سے اپنی سرگزشت بیان کی۔ جس سے پتہ چلا کہ یہ شیخ صاحبؒ کی کرامت تھی پھر سب شیخ صاحبؒ کے مرید ہوئے۔ یہ حیرت انگیز واقعہ سن کر اور کئی لوگ بھی گروہ در گروہ آکر حلقہ ارادت میں داخل ہوئے۔

کرامات

ان کے مریدوں میں ایک مرید جو ۹۰ برس کا تھا اور جس کی اہلیہ ۸۰ برس کی تھی۔ دونوں لاٹھیوں کے سہارے ڈولتے لہراتے، شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہم میں سوائے ہم دونوں کے اور کوئی نہیں بچا ہے۔ اولاد سب رحلت کر گئی۔ رب کی رضا پر راضی تو رہنا ہے۔ صرف دکھ اس بات کا ہے کہ ہمارے بعد ایسا کوئی نہیں جو ہماری تجہیزو تدفین کا بندوبست کرے اور ختمہ و فاتحہ دلائے یا ولیوں کی مجلس میں جا کر ہماری نجات کی دعا مانگے۔ کسی پیر فقیر نے بھی ہماری نہیں سنی اور نہ کسی کی کرامت ہمارے کام آئی۔ یہ کہہ کر وہ دونوں دھاڑیں مار مار کر زار و قطار رونے لگے اور بے ہوش ہو گئے۔ شیخ صاحبؒ کو ان پر ترس آگیا۔ انہوں نے ذرا سی مٹی لے کر اپنے لعاب دہن سے گوندھا۔ اس پر دم کر کے ان دونوں کو کھلا دیا۔ رات کے وقت دونوں پر جوانی کے آثار نمودار ہوئے اور بڑھیا کو اسی رات حمل ٹھہر گیا۔ دسویں مہینے لڑکا تولد ہوا۔ جس نے دراز عمر پائی۔

مولف کہتا ہے کہ میں نے بھی ان کو پیر سنی کی حالت میں دیکھا تھا۔ ان شیوخ صاحبان کی کرامات بے شمار ہیں۔

ایک شیخ کا ذکر کرتے ہیں کہ انہوں نے کسی اونچے گھرانے میں رشتہ مانگا لیکن اہل گھرانہ نے انکار کیا پھر دوسری بار کہلوایا تو انہوں نے اپنی جان چھڑانے کی خاطر جواب دیا کہ دریا ہم سے دور ہے۔ اگر اس دریا سے آپ نہر نکال کر ہماری حد میں پانی پہنچائیں تو پھر ہم آپ کو رشتہ دیں گے۔ شیخ صاحبؒ نے ان لوگوں سے بات پکی کروائی۔ گواہوں کے روبرو وعدہ لیا اور عہد و پیمان ہوا۔ تیسرے پہر کا

وقت تھا۔ شیخ صاحب وضو کر رہے تھے۔ انہوں نے اپنے مسواک کے ذریعے زمین پر لکیر کھینچی اور اس لکیر پر وضو کے کوزے سے پانی انڈیلا۔ "وما ذالک علی اللہ العزیز" پڑھ کر اٹھے۔ آدھی رات کے بعد دریا سے لے کر اس حد تک زمین میں جنبش ہوئی اور مٹی ابھری۔ صبح کو نہر موجیں مارتی ہوئی لوگوں کو نظر آئی۔ پھر یہ وڈیرے خدمت میں پیش ہوئے اور شیخ صاحب کو اپنی لڑکی کا رشتہ دیا۔

شیخ ابراہیمؒ

یہ شیخ عبدالواحدؒ کے فرزند تھے۔ چودہ (۱۴) برس کی عمر میں ہی خرقہ خلافت
سے سرفراز ہوئے کرامت کے صاحب تھے۔

کرامات

(۱) ایک دفعہ ان کے خاص دوستوں میں سے ایک دوست عرصہ دراز کے بعد ان
کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ مجھے حرمین شریفین جانے کا بے حد اشتیاق ہے۔ ہر
سال کوشش کرتا ہوں کہ حج پر جاؤں لیکن زادراہ میسر نہیں آتا۔ اس سال بھی
بہت کوشش کی لیکن کچھ حاصل نہیں ہوا۔ یہ کہہ کر وہ دوست زار و قطار رونے
لگا۔ شیخؒ نے کہا کہ مجھے بھی حج ادا کرنے کا شوق ہے لیکن دل پسند ساتھی نہیں ملتا
تھا۔ ۹ ذی الحجہ آدھی رات کو شیخؒ نے اپنے مذکورہ دوست کو جگایا۔ دونوں باوضو
احرام باندھ کر ہاتھ میں ہاتھ ڈالے دوڑتے ہوئے روانہ ہوئے۔ ابھی ایک پہر بھی
نہیں گزرا تھا کہ حرم شریف میں داخل ہوئے۔ صبح حاجیوں کے ساتھ عرفات
پہنچے۔ تین دن وہاں رہ کر حج کے سب ارکان ادا کر کے واپس مکہ معظمہ آئے۔
اسی طرح مدینہ منورہ گئے۔ وہاں تین دن قیام کیا اور زیارات سے مشرف ہو کر
ساتویں دن اپنے گاؤں واپس لوٹے۔
مولف کہتے ہیں کہ میں نے اس شخص سے دریافت کیا کہ کیا آپ کے ساتھ
ضروری خرچ وغیرہ بھی تھا یا نہیں؟ اس نے جواب دیا کہ کھانے پینے کا خرچ اور
اونٹوں کا کرایہ یا دیگر اخراجات وغیرہ تمام شیخ صاحبؒ غیب سے پورے کیا کرتے
تھے۔

(۲) ایک دفعہ شیخ ابراہیمؒ اپنے دس ساتھیوں کے ہمراہ دریا کے کنارے پہنچے۔ پار
پہنچانے کے لیے کوئی ناخدا نہیں تھا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے پانچ ساتھیوں کو اپنی
دائیں طرف اور پانچ ساتھیوں کو بائیں طرف قطار میں کھڑا کر کے پانی کے اوپر چلنا
شروع کیا اور دریا کو عبور کرلیا۔ کسی کی جوتی کا تلوہ بھی گیلا نہیں ہوا۔

شیخ طیب

یہ شیخ ابراہیمؒ کے فرزندوں میں سے تھے۔ نہایت عابد و زاہد تھے۔ ہر شب پچاس نفل ادا کرتے تھے۔ بالکل کم کھاتے تھے۔ زیادہ تر روزہ رکھ کرہی گزراتے تھے۔ مال و متاع کچھ بھی پاس نہ تھا۔ کسی نے ان سے پوچھا کہ آپ کے پاس کتنا مال ہے۔ جواب دیا کہ جس پر کوئی قرض نہیں۔ اس جیسا کوئی ساہوکار نہیں۔

کرامات

(ا) مولف رفیق علی شاہ نے ایک دفعہ بارانی فصل بوئی تھی۔ بارش نہیں برسی اور فصل سوکھنے لگی تو میں یعنی مولف نے جاکر شیخ طیبؒ سے عرض کیا کہ میری کھیتی سوکھ رہی ہے۔ اب کوئی داد رسی کیجئے۔ اس پر شیخؒ نے فرمایا کہ تم سادات میں سے ہو اور قادری طریقے سے منسلک ہو۔ ہماری بات کہاں مانوگے۔ میں نے عرض کیا کہ ہم کسی بھی ولی کے منکر نہیں ہیں۔ ہمارا ہر ایک ولی پر بھروسہ ہے۔ آپ جس طرح فرمائیں گے میں اسی طرح کروں گا۔ اس پر شیخ نے ارشاد فرمایا کہ اپنی کھیتی کے بیچوں بیچ کھڑے ہوکر آسمان کی طرف منہ کرکے سات دفعہ کہنا کہ شیخ طیب "حلیب الابل" یعنی اونٹنی کا دودھ مانگتا ہے۔ میں نے دل میں کہا کہ اونٹنی کے دودھ سے بارش کا کیا تعلق ہے لیکن حکم موجب عمل کرنا پڑا۔ لگاتار تین دن اسی طرح عمل کیا۔ **نتیجتاً** بارش اس قدر ہوئی کہ پوری کھیتی ہری ہوگئی پھر کسی وقت خدمت میں حاضر ہوکر عرض گزار ہوا کہ قبلہ سائیں! بارش کا اونٹنی کے دودھ سے کیا تعلق ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ کیا تم نے قرآن شریف میں نہیں پڑھا "**افلا ینظرون الی الابل کیف خلقت والی السماء کیف رفعت**" اس آیت مبارکہ میں ابل کے معنی اونٹ کے بھی ہیں۔ اور بادل کے بھی ہیں۔ چنانچہ

(ا) آسمان کا اونٹ بادل ہے۔ بارش دودھ ہے۔ بعض مفسرین نے یہاں "ابل" کے معنی اونٹ کے لیے ہیں۔ تحقیق اولیاء کرام کا خیال مخلوق کے قیاس سے جداگانہ ہے۔
(میر نور علی اور محمد شجاع رحمتہ اللہ علیہا)

بادلوں کا برسنا مثل دودھ کے ہے۔
(۲) ایک دفعہ شیخ طیبؒ اپنے مرید کے ساتھ دس میل تک اڑتے رہے۔ جسے عام لوگوں نے دیکھا کیونکہ راستے میں رہزنوں نے انہیں لوٹنے کے بعد جان سے مار دینا چاہا تھا۔ اس حالت میں اڑنے کے سوا اور کوئی چارہ نہ تھا۔

اولاد صدیقی، شاخ مالکی

شیخ عبداللطیف کلاںؒ (بڑے) کے تین فرزند تھے اور ایک بھائی شمس الدینؒ نامی تھے۔ شیخ شمس الدینؒ کرامت اور سخاوت کی وجہ سے مشہور ہو گزرے ہیں۔ وہ علی الصباح اٹھ کر دریافت کرتے تھے کہ دروازے پر کوئی سائل تو نہیں آیا؟ اگر آیا ہوتا تو پہلے اس کی ضرورت پوری کرتے پھر دوسرا کام کرتے۔ انہوں نے کبھی بھی سوالی کو خالی ہاتھ نہیں لوٹایا۔ ان کا مقبرہ پرانی لواری میں واقع ہے اصل لفظ "لُوڑ واری" ہے۔ لُوڑ کو کچھی زبان میں "میٹھو" کہتے ہیں۔

شیخ عبداللطیف کلاںؒ کی پشت میں سب اس دنیا سے کوچ کر کے جنت مکیں ہوئے۔ سوائے ایک "ابراہیمؒ" کے۔ وہ ایک سال کے تھے کہ ان کے والد شیخ عبدالواحدؒ نے وفات پائی۔ ان کے والد نے سکرات کی حالت سے قبل انہیں سینے سے لگایا۔ پشمی مدیر (دستار) میں اپنی امانت ودیعت کر کے وصیت کی کہ جب یہ فرزند چودہ (۱۴) برس کے ہوں تب یہ پشمی مدیر (دستار) ان کے سر پر رکھنا تو از خود اسلاف کی میراث انہیں ملے گی اور کرامت کے صاحب ہوں گے۔ چنانچہ "ایسے ہی ہوا" (ان کا ذکر اوپر بھی آچکا ہے) اس معصوم کی پرورش میاں محمد مقیم دھاریجو نے کی۔ جو شیخ صاحبؒ کے عقیدت مند عارف مریدوں میں سے ایک تھے۔ انہوں نے دل و جان سے انہیں تعلیم دی اور سب کچھ سکھایا چودہ (۱۴) برس کی عمر میں ان کے والد کی وصیت کے مطابق انہیں مدیر (دستار) پہنائی گئی۔ تو یہ کشف اور کرامت کے صاحب ہو گئے۔ بچپن ہی سے دھاریجوں میں پلے بڑھے۔ چنانچہ بے خبری میں عام آدمی انہیں دھاریجو کہتے تھے۔ کچھ متعصب اور حاسد حسد کی وجہ سے انہیں میاں محمد مقیم کا فرزند کہہ کر مریدوں میں گمراہی پھیلاتے تھے۔

شیخ احمدؒ کے تین فرزند تھے۔ شیخ بقاؒ کے دو فرزند تھے۔ شیخ عبدالواحدؒ کا ایک

فرزند تھا۔ شیخ ابراہیمؒ کے چار فرزند تھے اور شیخ طیب کے دو فرزند تھے۔ شیخ ابراہیم ؒ کا مقبرہ نزیہ شہر (کچھ) میں واقع ہے اور مرجع خلائق ہے۔ جس کی زیارت سے بفضل حق تعالیٰ سوالیوں کی مرادیں بر آتی ہیں۔

مشیت ایزدی! کہ ان تمام شیوخ صاحبان میں سے سوائے شیخ حاجیؒ اور ان کے فرزندوں کے باقی سب، خواہ چھوٹے خواہ بڑے، وفات پا گئے۔ حاجی صاحبؒ کا احوال آگے علحیدہ دیا جائے گا۔

شیخ صاحب کے سلف صالحین نے اپنی اقامت گاہ کو کیوں چھوڑا اس کا سبب معلوم نہیں ہوسکا اور کب سندھ میں آئے۔ اس کے متعلق قطعی سال کا علم نہیں۔ فقط اتنا معلوم ہوتا ہے کہ خلیفہ مہدی کے زمانے میں یا ہارون الرشید کے دور میں یعنی قریباً" ۷۸۶ء میں آئے لیکن سندھ میں آکر کب سکونت اختیار کی اس کا پتہ نہیں چلتا۔ اس وقت عربوں کی حکومت تھی۔ یہ صدیقی بزرگ اگر چاہتے تو انہیں حسب خواہش حکومت میں عہدے ملتے لیکن سانحہ کربلا کے بعد ان بزرگوں نے یہ مصمم ارادہ کرلیا تھا کہ نہ ہی کسی ریاست کے حکمران ہوں گے۔ نہ ہی کسی کی ملازمت اختیار کریں گے اور نہ ہی کوئی مراعات کسی سے وصول کریں گے۔ کیونکہ حکومت کا انجام بالاخر ظلم کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔ اپنے اسلاف کے اصول پر کاربند رہیں گے۔ یہ اصحاب نہ صرف حکمرانی سے ہی دور رہے بلکہ کربلا کے سانحے کا درد بھی ان میں نمایاں تھا۔ جیسا کہ مولف رفیق علی شاہ کہتے ہیں کہ ایک بار وہ ایام عاشور میں شیخ طیبؒ کے ہاں مہمان ہوئے۔ شیخ صاحب بہت غمزدہ نظر آتے تھے۔ کھانا بھی ویسا ہی کھاتے تھے۔ جیسا کہ اس وقت کی مناسبت سے کھایا جاتا تھا۔ یزیدی ٹولے اور یزید پر لعنت پھٹکار کیا کرتے تھے۔ ایک رباعی پڑھتے تھے۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ

"لوگ کہتے ہیں کہ یزید پر لعنت مت بھیجو۔ مبادا کسی وقت خدا تعالیٰ اسے اہل جنت میں سے کردے۔ اگر نبی پاکؐ کی اولاد کے قاتل کو خداوند کریم بخش دے گا تو پھر میرا یزید پر بھیجی گئی لعنت کا گناہ بھی بخش دے گا۔ چاہے میں سو (۱۰۰) بار ہی

اس پر کیوں نہ لعنت بھیجوں۔"

یہ بزرگ دنیوی حالات کے پیش نظر ٹھٹھہ ننگر کے اطراف گوشہ قناعت میں زندگی گزرانے لگے۔ سادگی کو بے حد پسند کرتے تھے۔ پیری مریدی توان میں پہلے سے ہی جاری تھی۔ مشہور ہوتے گئے۔ عربوں کی حکومت کے اواخر میں لڑائیاں اور بہت فسادات ہوئے اور ٹھٹھہ ننگر ویرانی کی حالت کو پہنچ گیا۔

اس وقت یہ بزرگ اس شہر کو خیرباد کہہ کر ملک کچھ کی طرف ہجرت کر گئے۔ کچھ میں نڑیہ' لکھپت' **وینجھان**' چھکوو اور گوندھاری وغیرہ کے آس پاس گزر بسر کرتے رہے۔ ۹۱۰ھ (۱۵۰۴ء) میں شیخ عبداللطیف کلاںؒ کو ان کے مرید منت سماجت کر کے اپنے وطن سندھ لے آئے۔ شیخ صاحبؒ گوشہ نشینی میں زندگی بسر کرتے تھے۔ کسی بھی مرید کے در پر کبھی نہیں جاتے تھے۔ اس کے باوجود ان کی عجیب و غریب باتوں کی سن گن دھلی کے بادشاہوں کے کانوں تک جا پہنچی۔ شیخ سے نسب کے بارے میں دریافت کیا گیا۔ شجرہ طلب کیا گیا۔ تحقیقات کے بعد انہیں انعام و اکرام سے نوازا گیا۔ شاہی مہر ثبت کر کے صدیقی شجرہ کی سند عطا کی گئی یہ سند شیخ صاحبؒ کے خاندان میں موجود تھی لیکن جب شیخ ابراہیمؒ حج پر جارہے تھے۔ اس وقت راستے میں جہاز مع تمام سامان کے ڈوب گیا۔ اس طرح یہ سند بھی حضرت خضر علیہ السلام کے حوالے ہو گئی خواجہ عبداللطیف ثانی کے وقت میں دشمنوں نے پھر نسب پر اعتراض کیا۔ چنانچہ دوبارہ **کلہوڑوں** کے عہد میں اصل سند کی نقل حاصل کی گئی۔ **کلہوڑہ** حکام نے اس پر اپنی مہر تصدیق ثبت کی یہ سند آج تک اس خاندان میں موجود ہے۔ (مولف نے بھی اسی سند سے نقل کیا ہے)[1]

---

(۱) ہم نے اپنی آنکھوں سے یہ سند درگاہ کے کتب خانے میں دیکھی ہے۔ جو مولف کی تحریر کردہ سند سے لفظ بہ لفظ ملتی ہے۔ مولف نے بھی اسی سند سے ہی نقل کیا ہے۔
(میر نور علیؒ اور میر محمد شجاعؒ)

شیخ عبداللطیف کلاںؒ اور اُن کی اولاد

شیخ احمدؒ کے تین فرزند تھے۔ شیخ بقاؒ کے دو فرزند تھے۔ شیخ عبدالواحدؒ کا ایک فرزند تھا۔ شیخ ابراہیمؒ کے چار فرزند تھے اور شیخ طیبؒ کے دو فرزند تھے۔ شیخ عبدالواحدؒ کے بھائی عثمانؒ کے دو فرزند تھے۔ جو زاہد، عالم، فاضل اور عامل کامل تھے۔ ان دو میں سے ایک نے تین چلّے کھینچے۔ ایک چلّہ ستر (۷۰) کھجوروں پر اور دوسرا چالیس (۴۰) کھجوروں پر مشتمل تھا۔ تیسرے چلے میں انہوں نے کچھ نہ کھایا۔ ایسے تصرفات کے صاحب ہو گزرے ہیں کہ کسی شخص نے ان کے قدموں کی خاک لے کر کھارے پانی کے کنوئیں میں ڈالی تو اس کا پانی میٹھا ہو گیا۔

شیخ عبداللطیفؒ (کلاں) کی فقیری کی شہرت سن کر دہلی کے بادشاہ نے انہیں بلایا۔ ملاقات کے دوران شیخ صاحبؒ نے پوچھا کہ مجھ پر جو نوازش ہوئی ہے وہ کس بنا پر ہے۔ ہمارے نسب کی وجہ سے یا ہمارے طریقہ کے سبب؟ بادشاہ نے جواباً دریافت کیا کہ آپ اپنا فخر کس میں سمجھتے ہیں؟ شیخ صاحبؒ نے جواب دیا کہ ہمارا فخر ہمارے طریقہ میں ہے جس کے ذریعہ ہم دنیا و آخرت میں پہچانے جائیں گے۔ نسب پر ناز کرنا بیکار ہے اس پر بادشاہ نے مسکرا کر کہا کہ کیا آپ کے پاس اس کے لیے کوئی مضبوط دلیل ہے؟ شیخ صاحبؒ نے فوراً جواب دیا کہ سیّدوں سے بڑھ کر کسی اور کی نسل نہیں۔ جس کا انجام یہ ہوا کہ بنو امیّہ نے انہیں شہید کروا دیا اور بنی ثقفین کو نوازا اور انعام و اکرام سے مالامال کیا گیا۔ اس لیے نسب کا ناز پرندے کی مانند پھُر سے اڑ گیا۔ اس جواب پر بادشاہ بہت خوش ہوا اور اس نے شیخ صاحبؒ کے نسب نامہ کی تحقیقات کا کام عالموں اور فقیہوں کے سپرد کیا کہ وہ کتب تواریخ سے نسب نامہ ڈھونڈ ڈھانڈ کر دستیاب کریں۔ چنانچہ علماء نے "تواریخ مرواریدِ درنا سفتہ"(۱)، دیگر تاریخ کی کتابیں، روایات اور دوسرے متعلقہ

(۱) یہ تاریخ انساب کی معتبر اور ضخیم کتاب ہے۔ جو دہلی کے بادشاہوں کے فرمان کے مطابق کئی علماء نے بالاتفاق رائے مل کر مرتب کی ہے۔ ہمارے کارخانے میں آل حسینؓ کی فقط ایک جلد موجود ہے۔
(میر نور علیؒ و میر محمد شجاعؒ)

مواد سے شواہد حاصل کر کے چھان پھٹک کر یہ ثابت کیا کہ شیخ صاحب کی نسل سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ سے جاملتی ہے اور یہی اصل[1] شاخ بکری ہے۔ دیگر اس کی ٹہنیاں ہیں۔ بادشاہ نے علماء سمیت اس پر اپنے دستخط کیے۔ شیخؒ کو انعام و اکرام سے نوازا اور سند پر شاہی مہر ثبت کرکے ان کے حوالے کی اور انہیں رخصت کرکے ان کے وطن سندھ روانہ کیا۔

جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ شیخ صاحبؒ کے اسلاف خلیفہ مہدی یا ہارون الرشید کے عہد میں آئے۔ یہ سال تقریباً[2] ۱۷۰ھ معلوم ہوتا ہے۔ پس شاخ بکری قطب الزمان ابونجیب سہروردیؒ کی شاخ سے علیحدہ ہے۔ شیخ ابونجیبؒ[3] نے ۵۶۳ھ

---

(۱) شاخ بکری تحفتہ الکرام کے مصنف کے نزدیک مقبول و معتبر ہے۔ اسی طرح "معیار" میں جو "تحفتہ الکرام" کا ایک حصہ ہے۔ شیخ طیبؒ بکری کو حضرت ابوبکر صدیقؓ کی اولاد میں گنا جاتا ہے۔ (میر نور علیؒ و میر محمد شجاعؒ)

(۲) ۱۷۰ھ سے قیاس کیا جاتا ہے کہ دیگر صدیقین سے یہ صدیقی بہت پہلے آئے ہیں۔ ابونجیب قدس سرہ کی شاخ والے صدیقی ۷۰۰ھ میں وارد ہوئے ہیں۔ چنانچہ تاریخ کی کتابوں میں جہاں ۱۷۰ھ (سال ایک سو ستر ہجری) آئے تو یقیناً "یہی بکری شاخ والے جاننے چاہئیں۔ (مرغوب الاحباب۔ نظر علیؒ)

(۳) معلوم ہو کہ حضرت شیخ عبدالقادر ابونجیب قدس سرہ سہروردی کی شاخ ابن خلکان کی صحیح اور مستند روایات کے مطابق اس طرح ہے۔

عبدالقاہر بن عبداللہ بن محمد عمری بن واسم عبداللہ بن سعد بن الحسین بن القاسم بن نضر بن القاسم بن الضر بن عبدالرحمٰن بن القاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق

اسی طرح مخدوم محمد ہاشم نے اپنی بیاض میں خلیفہ گودرائی سے نقل کیا ہے کہ حضرت شیخ المشائخ مخدوم نوحؒ کو واقعات میں سیدنا ابوبکر صدیقؓ سے بشارت ملی ہے کہ تم میرے فرزند عبدالرحمٰنؓ کی نسل سے ہو۔ یہ بشارت اس لحاظ سے مستند ہے کہ۔

"عبدالرحمٰن بن قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیقؓ" اور نہ

"عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیقؓ"

حضرت عبدالرحمٰن بن سیدنا ابوبکر صدیقؓ والی بکری شاخ، مذکورہ شاخ سے علیحدہ ہے۔ (میر نور علیؒ شاہ اور میر محمد شجاعؒ)

تواریخ "تحفتہ الکرام" سے یوں ظاہر ہوتا ہے کہ ۵۶۳ھ سے پہلے صدیقی بزرگ سندھ میں موجود تھے۔ جیسا کہ ۱۷۰ھ میں ثقفی، تمیمی، عباسی، صدیقی وغیرہ۔ جملہ ۱۸ قبائل کی بہ نسبت تحقیقات کی گئی ہے۔

میں وفات پائی۔ اس سے قیاس کیا جاتا ہے کہ اس شاخ کے حضرات ۵۷۰ھ[1] میں وارد معلوم دیتے ہیں۔ چنانچہ اس شاخ اور شاخ بکری میں بڑا فرق ہے۔ تاریخ مروارید درناسفتہ والے کہتے ہیں کہ علی بکری اپنے اعزہ سے روٹھ کر سندھ ملک (علاقہ ہند) میں آئے۔

دوسری جگہ اسی تواریخ "مروارید در ناسفتہ" میں لکھا ہے کہ بکری شاخ تمام شاخوں سے اول حضرت ابوبکر صدیقؓ سے قریب ہے۔ اس کے بعد شاخ طلحی[2] پھر شاخ اسحاقی[3] الخ۔ معتبر کتابوں کی روایات بھی اس بات کی گواہی دیتی ہیں کہ شاخ بکری سیدنا ابوبکر صدیقؓ سے نہایت اقرب ہے۔

اسحاق[4] سلطان کے لقب سے مشہور تھے۔ وہ مجذوب تھے۔ جذب کی حالت میں کہتے تھے کہ "لاسلطان غیری" یعنی میرے سوا کوئی اور سلطان نہیں۔ عزیز خلیل کے لقب سے طاؤس کنیت ابویوسف سے شیخ طیب مزکی لقب سے مشہور تھے۔

شیخ عبداللطیفؒ کلاں کا مزار شریف راھوٹ میں اور شیخ عبدالواحدؒ کی آخری آرام گاہ ملک کچھ کے شہر لکھپت یا وینجھان میں واقع ہے۔

---

(۱) ۵۷۰ھ کا سال قیاساً لایا گیا ہے۔ حقیقت میں اس شاخ (کے حضرات) کی تشریف آوری حضرت شیخ فخرالدینؒ صغیر سے ثابت ہوتی ہے۔ مخدوم نوحؒ جن کا نام لطف اللہؒ ہے۔ مذکورہ شیخ فخرالدینؒ سے پانچویں پشت میں ہیں۔ (میر نور علیؒ و میر محمد شجاعؒ)

(۲) طلحی کی نسبت بابن الابن ابن عبدالرحمٰن بن حضرت صدیقؓ ہیں (میر نور علیؒ و میر محمد شجاعؒ)

(۳) اسحاقی۔ اس میں اختلاف ہے۔ کسی کا کہنا ہے کہ اسحاقی کے دادا اسحاقی نہیں ہیں۔ یہ بنو طلحہ سے ہیں۔ اسحاق مکان کی وجہ سے اسحاقی کہلاتے ہیں۔
(میر نور علیؒ و میر محمد شجاعؒ)

(۴) اسحاق کا نام اسماعیل ہے۔ جن کا ذکر ابن الاثیر کی کتاب اول میں آیا ہے۔
(میر نور علیؒ اور میر محمد شجاعؒ)

شیخ حاجی عبداللطیف

یہ صاحب شیخ طیبؒ کے فرزند تھے۔ زیادہ تر لوگ انہیں "شیخ حاجی" کہہ کر پکارتے تھے۔ نہایت برگزیدہ، سخی، نیک نیت اور خلیق تھے۔ عبادت و زہد میں یکتا تھے۔ حافظ قرآن تھے۔ ماہ رمضان المبارک کی ہر شب قرآن شریف کا ختمہ پورا کرتے تھے۔ اپنے والد بزرگوارؒ کی وساطت سے سہروردی طریقہ میں داخل ہوئے۔ جس سے بہت کچھ حاصل کیا۔ یہ اپنا وطن چھوڑ کر تحصیل علم کے لیے ٹھٹھہ ننگر آئے۔ جہاں خواجہ فیض(۱) اللہ بن مخدوم آدم نقشبندیؒ کی صحبت سے اپنا آبائی طریقہ سہروردی ترک کر کے نقشبندی طریقہ اختیار کیا۔ شیخ فیض اللہؒ کی وفات کے بعد مخدوم آدمؒ کے خلیفہ شیخ ابو(۲)القاسمؒ کے ساتھ بہت عرصہ گزارا۔ جن کی صحبت میں رچ بس کر لعل اور ان کے فیض سے مالامال ہوئے۔ ظاہری خواہ باطنی علم میں بے مثل اور معرفت میں دُرّیگانہ تھے۔ شیخ حاجی کو پہلے حرم سے چار فرزند(۳) محمد اکرم، ابوالقاسم، فیض محمد اور آدم پیدا ہوئے لیکن سب طالح ہو گزرے۔ اوپر بتایا گیا ہے کہ حاجی صاحبؒ تحصیل علم کی خاطر ٹھٹھہ ننگر آئے۔ جہاں وہ اپنا آبائی طریقہ سہروردی چھوڑ کر نقشبندی طریقے میں داخل ہوئے۔ گویا

---

(۱) خواجہ محمد اشرف قدس سرہ بن مخدوم آدم قدس سرہ اور خواجہ فیض اللہ قدس سرہ ان کے بھائی تھے خواجہ ابوالمساکین شیخ محمد قدس سرہ خواجہ محمد اشرفؒ کے فرزند ہیں۔

(۲) خواجہ ابوالقاسم قدس سرہ نے ۱۱۳۸ھ میں وفات پائی۔ ان کی تاریخ وفات اس مصرع سے نکلتی ہے۔ "ابوالقاسم سراسر نور حق بود" (میر نور علیؒ اور میر محمد شجاعؒ)

(۳) جاننا چاہیے کہ میاں محمد اکرم بے اولاد مر گئے۔ میاں آدم نے بھی کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔ میاں ابوالقاسم کے مسعود نامی ایک فرزند تھے۔ ان کی بھی کوئی اولاد نہ تھی کہ جس سے نسل ظاہر ہو۔ میاں فیض محمد کے محمد حسین نامی فرزند تھے۔ محمد حسین کے ابراہیم نامی فرزند تھے۔ جنہیں ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ نہایت خلیق اور ملنسار تھے۔ ان میں اپنے اسلاف کی جبلی عادت نہیں تھی یہ بیچارے بھی بے اولاد وفات پا گئے۔ اس طرح نہ ہی کوئی مرد رہا اور نہ کوئی عورت۔ سب کی نسل ختم ہو گئی۔ سچ ہے اہل ولایت کی غیرت نہایت کڑی ہے۔ دین و دنیا تو ہاتھ سے جائے، عاقبت اور ایمان کا بھی صفایا کر دے۔
(میر نور علیؒ اور میر محمد شجاعؒ)

نور علیٰ نور ہوئے۔ یہ تبدیلی ان کے تین بیٹوں پر جو حیات تھے گراں گزری اور وہ مخالفت پر تل گئے۔ حاجی صاحبؒ نے انہیں بہت سمجھایا کہ معرفت کے علم سے تو آدمی سنور جاتا ہے۔ اگر تم لوگ طریقہ نقشبندیہ میں داخل نہیں ہوتے تو اپنے آبائی طریقہ سہروردی میں ہی رہ کر فیض یافتہ ہو جاؤ۔ باقی رہا نسب کا غرور تو وہ کسی کام نہیں آئے گا اور نہ ہی نام کی شیخی فائدہ دے گی۔ تم سے تو سیدوں کی نسل اعلیٰ ہے لیکن وہ معرفت کے آبائی طریقے سے منہ موڑ کر بھیک مانگنے لگ گئے۔ الٹا! مخلوق خدا کے لیے آزار بن گئے۔ تم لوگوں کے لیے درپے آزار مت ہونا لیکن یہ ناخلف! حاجی صاحبؒ کی شفقت بھری نصیحت کو خاطر میں نہ لائے۔

حاجی صاحبؒ اپنی مثال آپ تھے۔ ان کا احوال عجیب و غریب ہے۔ ان کی کرامات بے شمار ہیں۔ جن میں سے چند ایک ذکر یہاں پر کیا جاتا ہے۔

کرامات

(۱) کسی امیر گھرانے کی عورت کو جن کا اثر ہو گیا۔ کتنے ہی تعویذ' گنڈے۔ دوا' دارو اور حیلے حوالے کیے لیکن لاحاصل! الٹا تکلیف روز بروز بڑھتی ہی گئی۔ اس حالت میں کسی مُلّا نے شیخی بگھاری کہ اگر مجھے لے چلو تو میں جن کو نکال باہر کروں گا۔ مُلّا کو لے گئے۔ اس نے اہل خانہ سے کہا کہ مجھے تخلیہ چاہیے! مجھے اکیلا اس عورت کے پاس چھوڑ دو۔ اہل خانہ نے اس کے کہنے کے مطابق عمل کیا۔ مُلّا نے دم اور وظیفہ پڑھنا شروع کیا۔ اتنے میں چیخ و پکار ہوئی۔ عورت نے کہا کہ دروازہ کھولو اور آ کر دیکھو کہ مُلّا کا کیا حال ہو گیا ہے اندر آ کر لوگوں نے دیکھا کہ مُلّا کی گردن چھت سے باہر نکلی ہوئی ہے اور وہ چھت سے لٹکا ہوا ہے۔ نیچے اتار کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ مر چکا ہے۔ اس واقعہ کے بعد اور کوئی جھاڑ پھونک کرنے والا پھر قریب نہیں آیا۔ عورت کے گھر والوں کی ناگفتہ بہ حالت دیکھ کر کسی راہگیر نے انہیں بتایا کہ شیخ حاجیؒ کے سوا اور کوئی ایسے خود سر جن کو نہیں نکال سکتا۔ چنانچہ حاجی صاحبؒ کو لے آئے۔ جن' حاجی صاحب کو دیکھ کر اٹھ کھڑا ہوا

اور کہنے لگا کہ آپ کا چہرہ مبارک دیکھ کر میں نہایت خوش ہوا ہوں۔ آپ جس طرح کہیں گے میں اسی طرح کروں گا۔ منحوس مُلّا آیا تھا جس کی شکل مجھے اچھی نہیں لگی، میں نے غصہ میں اسے ختم کردیا۔ حاجی صاحبؒ جن سے کہنے لگے کہ تمہاری باری ختم ہوچکی۔ اب ہماری باری ہے۔ جن نے جواب دیا کہ حاضر! میں عورت کو چھوڑ کر جاتا ہوں اور وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ اسے ہرگز نہیں ستاؤں گا اس کے بعد پھر کبھی جن نے وہاں کا رخ نہیں کیا۔

(۲) ایک ساحر جادو کے فن میں خوب ماہر تھا۔ اپنے جادو کے زور پر کتنے ہی شریف گھرانوں کو خراب کرچکا تھا۔ کسی طرح بھی اس قبیح فعل سے باز نہیں آتا تھا۔ ایک دن اس نے کسی درویش کی دختر پر منتر جنتر پڑھ کر ڈورے ڈالے۔ وہ بیچاری سدھ بدھ کھو کر گھر سے باہر نکلی لیکن درویش کو خبر ہوگئی۔ اس نے اپنی دختر کو لاکر گھر میں بند کردیا اور ساحر کی اس مذموم حرکت پر جوش میں آکر اسے بددعا دی۔ جس کے اثر سے وہ بیمار پڑگیا اور انتہائی تکلیف میں مبتلا ہوگیا۔ ساحر کو اس بات کا علم ہوگیا کہ یہ فقیر کی بددعا کا اثر ہے۔ چنانچہ اس نے درویش کے پاس جاکر اس کی منت سماجت کی اور معافی مانگی۔ درویش نے کہا کہ تیر کمان سے نکل چکا ہے۔ اسے واپس لانے کی مجھ میں طاقت نہیں۔ ساحر نہایت دلگیر و دل برداشتہ ہوا۔ کسی کے کہنے پر اس نے حاجی صاحبؒ کی خدمت میں تمام احوال بیان کیا۔ آہ وزاری کی۔ حاجی صاحبؒ کو اس کے حال پر ترس آگیا اور آپ نے اسے ایک ہی نظر میں توبہ نو کردیا۔

پیشنگوئی (بشارت)

حاجی صاحبؒ کی مجلس میں ایک دن یہ ذکر چھڑا کہ حضرت قطب ربانی شیخ بہاؤالدین ملتانی قدس سرہ لواری کے شمال میں جہاں پر نشیبی زمین واقع ہے۔ اس مقام سے گزرے تو آپ گھوڑے سے اتر کر پا پیادہ چلے۔ اس مقام کی حد عبور کرکے پھر آپ گھوڑے پر سوار ہوئے۔ ان کے خاص مریدوں نے جب پیدل چلنے کا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے اس مقام پر نور الٰہی برستے دیکھا۔

اس لیے ادبیت کی خاطر پاپیادہ چلا۔ حاجی صاحبؒ سے اہل مجلس نے دریافت کیا کہ وہاں پر نور برسنے کا کیا سبب ہے؟ حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ قطب ملتانیؒ کا مشاہدہ حق اور صحیح ہے۔ میری ناقص عقل میں یہ بات آتی ہے کہ وہاں پر کسی کامل فرد کا مزار شریف وقوع پذیر ہوگا۔ کیونکہ میں نے کہیں روایات میں پڑھا ہے کہ پیغمبر کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج مدینہ منورہ کی زمین پر نور برستے دیکھا تھا۔ چنانچہ اس ضمن میں آپؐ نے جبرئیلؑ سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ یہ نور حضورؐ کا ہے۔ آپ کی دائمی آرام گاہ وہاں پر ہوگی۔ اس موقع پر حاضرین مجلس نے دریافت کیا کہ آپ کے اسلاف ملک کچھ میں رہتے تھے۔ آپ یہاں لوُٹ واری (لواری) میں سکونت پذیر ہیں۔ ممکن ہے یہ مہربانی آپ کے لیے بارگاہ الٰہی سے مقدر ہوچکی ہو۔ کیونکہ آپ اپنے وطن کچھ کو خیرباد کہہ کر یہاں آباد ہوگئے ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں اپنے اندر یہ لیاقت نہیں پاتا۔ جتنا فضل مجھ پر ہے۔ وہی میرے لیے کافی ہے۔ حاجی صاحبؒ کے متوسلین کے خیال میں حاجی صاحب کا اس سرزمین پر قیام قطب ملتانیؒ کے فرمودے کا تصرف تھا۔ جسے وہ خود بھی قبول کرتے تھے۔

درحقیقت یہ زمین نہڑیوں کی تھی جو نہایت بے دین اور سنگدل تھے۔ کسی کو بھی اپنی زمین سے گزرنے نہیں دیتے تھے۔ اگر کوئی راہگیر یا مسافر کو وہاں سے گزرتا دیکھتے تو اسے مار کر واپس کرتے تھے لیکن چونکہ حاجی صاحبؒ وہاں رہائش پذیر ہوچکے تھے اس لیے انہوں نے کبھی ان سے بازپرس نہیں کی۔ علاوہ ازیں حاجی صاحبؒ نے نہڑیوں میں ایک بیوہ عورت سے، جسے ایک چھ ماہ کی شیرخوار لڑکی بھی تھی، شادی کی اس بیوہ سے حاجی صاحبؒ کی دو بیٹیاں تولد ہوئیں۔ چنانچہ ان دو اسباب کی بنا پر اس وقت حاجی صاحبؒ کا ان پر تصرف معلوم ہوتا تھا۔

(۱) ایک بار (ٹھٹھہ ننگر) میں شیخ خواجہ ابوالقاسم[۱]، حاجی صاحب اور دیگر

(۱) خواجہ ابوالقاسم قدس سرہ سے شیخ حاجی عبداللطیفؒ کو بہت ارادت تھی اور ان کی صحبت سے بے حد متاثر تھے لیکن یہ بشارت ایک اور روایت میں مخدوم آدمؒ کے فرزند خواجہ محمد اشرفؒ کی طرف سے دی ہوئی بیان کی گئی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب
(میر نور علیؒ اور میر محمد شجاعؒ)

مریدوں کے ساتھ ایک درخت کے نیچے بیٹھے روحانی مجلس کر رہے تھے۔ اس درخت پر مختلف اقسام کے کئی پرندا کٹھے چہچہار ہے تھے خواجہ ابوالقاسمؒ نے یہ سماں دیکھ کر حاجی صاحبؒ سے فرمایا کہ جس طرح پرندوں کی طرح طرح کی اقسام کے انبوہ اس درخت پر چہچہاتے دیکھ رہے ہو۔ اسی طرح کئی ذاتوں کے لوگ ہجوم در ہجوم آپ کے فرزند ارجمند کے پاس ہدایت پانے کے لیے آکر جمع ہوں گے۔ اس پر حاضرین مجلس نے عرض کیا کہ حاجی صاحبؒ کے بیٹوں میں سے کس بیٹے کے لیے یہ بشارت دی گئی ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ یہ گوہر بے بہا' حاجی صاحبؒ کی پشت میں ہے اور تختہ عالم پر تشریف لانے والا ہے اس مجلس میں میاں عبدالسلامؒ[1] درسؒ بھی بیٹھے تھے جو خواجہ صاحبؒ کے معتقدین مریدین میں سے تھے اور صاحب حالات تھے۔ انہوں نے یہ بشارت سن کر حاجی صاحبؒ کو وہیں اپنی دختر کا رشتہ دیا نشیبی زمین جس کا اوپر ذکر آیا ہے۔ وہ میاں عبدالسلام کی جاگیر تھی۔

(۲) دوسرا سبب یہ تھا کہ حاجی صاحبؒ نے نہڑیوں میں شادی کی تھی اور جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے یہ بی بی بیوہ تھیں۔ ان میں سے ایک چھ[2] ماہ کی شیر خوار لڑکی پہلے سے تھی۔ دولڑکیاں حاجی صاحبؒ سے ہوئیں۔

مذکورہ دو اسباب کی بنا پر قطب ملتانیؒ کی بشارت حاجی صاحبؒ کی طرف منسوب کی جا سکتی ہے۔ غیب کی خبر اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ مطلب یہ کہ حاجی صاحبؒ کا وجود

---

(۱) میاں عبدالسلامؒ نے اپنی دختر کا رشتہ اس لیے دیا کہ انہوں نے خواجہ صاحبؒ کی بشارت کو برحق جانا اور یہ کہ اس گوہر بے بہا کی تشریف آوری کی سعادت میں ان کا بھی کچھ حصہ ہو۔ درس عبدالسلامؒ کے حالات اور خوارق عجیب ہیں۔ آپ جس طرح مشاہدہ کرتے اور ادراک کرتے۔ سچ مچ اسی طرح ہوتا تھا۔ (میر نور علیؒ و میر محمد شجاعؒ)

(۲) اس لڑکی کا نام حلیمہ تھا جو حضرت خواجہ محمد زمان کلاں قدس سرہ' صاحب لواری کے عوض ارباب ولی محمد نہڑئی کو دی گئی تھی۔ اس رشتہ سے یوں مشہور ہوا کہ شیخ حاجیؒ نے اپنی بیٹی کا رشتہ نہڑیوں کو دیا ہے۔ حاجی صاحبؒ کو اپنی اس اہلیہ سے دو بیٹیاں تھیں۔ جن میں سے ایک کا نام بی بی شریفہ اور دوسری کا بی بی حاجرہ تھا دونوں کی شادیاں نہیں ہوئیں۔ دونوں حضرت خواجہ صاحب (قدس سرہ) کے ہاں رہ رہی ہیں۔

مسعود جہان کے لیے عبرت اور لوگوں کے لیے غنیمت ہے۔ ان کی عمر دراز ہو۔ آمین۔

سہروردی طریقہ کی تبدیلی کی وجہ سے حاجی صاحبؒ کے تین ناخلف بیٹوں کو جو حیات تھے باپ پر پہلے سے ہی خار تھا۔ اب جو خواجہ ابوالقاسم قدس سرہ کی دی گئی بشارت کا سنا تو مزید سڑ گئے۔ صاحبزادہ، جن کے لیے بشارت دی گئی تھی ابھی دنیا میں تشریف نہیں لائے تھے۔ چونکہ درسؒ کو دوسری اولاد نہیں تھی۔ اس لیے درسؒ کی جاگیران کی بیٹی یعنی حاجی صاحبؒ کی اہلیہ محترمہ کو ورثہ میں ملنی تھی۔ چنانچہ ان بدبختوں نے حاجی صاحبؒ سے جاگیر کا مطالبہ کیا اور گستاخانہ مخاطب ہوئے کہ آپ کو تو اولاد ہوگی نہیں! جاگیر ہمارے نام کردیں۔ حاجی صاحبؒ نے انہیں سمجھایا کہ جاگیر میری ملکیت نہیں جو میں آپ لوگوں کو دے دوں۔ درسؒ ابھی زندہ سلامت ہیں لیکن اگر وہ کوچ بھی کر گئے۔ تب بھی جاگیران کی بیٹی ملکیت ہے۔ میرا اس پر کوئی حق نہیں۔ اس انکار پر وہ باپ کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گئے۔ حاجی صاحب کو مجبور کرنے کے لیے کئی جتن کیے۔ ان کے سہروردی مریدوں کو جو حاجی صاحب کے پاس آتے تھے۔ سختی سے روکنا شروع کیا۔ کوئی بھی ارادت مند آتا۔ اسے دھتکار کر چلتا کردیتے۔ حاجی صاحبؒ کی آمدنی کے تمام راستے مسدود کردیے۔ حاجی صاحبؒ خود بھی مریدوں کے ہاں نہیں جاتے تھے مبادا کوئی فساد نہ ہو۔ شہر کے لوگ یہ حالت دیکھ کر گزر بسر کے لیے حاجی صاحبؒ کو روز مرہ استعمال کا ضروری سامان فراہم کرتے رہے۔ جب حاجی صاحبؒ کے ناخلف بیٹوں نے دیکھا کہ ان کی اس کارروائی سے کچھ حاصل نہیں ہوا تو وہ اور زیادہ چڑ گئے۔ دوسرے لوگوں اور قبیلوں کے کان بھر کر اور ان کی مددگاری کے وعدے پر شور و غوغا مچادیا۔ ثقفی، مضری، بنی تمیمی، عربی قبائل کو اکٹھا کر کے ایک میٹنگ کی۔ جس میں یہ تجویز رکھی کہ حاجی صاحبؒ کو عربی قبائل سے نکال کر علیحدہ کیا جائے اور نھڑیہ یا جو نیجہ قرار دیا جائے۔ حاجی صاحبؒ نے جب یہ دیکھا کہ یہ ناخلف سب

کچھ بھول بھال کراب حد سے گزر گئے ہیں تو آپ نے دہلی والی اصل[1] سند کی نقل جس پر کلہوڑہ حکام کی مہر تصدیق ثبت تھی۔ لاکر دکھائی لیکن ان پر کچھ اثر نہیں ہوا اور حالات دن بدن خراب ہوتے گئے۔

مولف رفیق علی شاہ لکھتے ہیں کہ ان نازک حالات کو دیکھ کر مجھ سے رہا نہ گیا۔ میں حاجی صاحبؒ کے پاس گیا اور احوال معلوم کیا۔ انہوں نے بتایا کہ "قل کل من عنداللہ" کے فرمان نے میرے بیٹوں کی صورت دھار لی ہے یا اختیار کرلی ہے۔ میں نے ان سے اجازت طلب کی کہ میں جاکر سب کو سمجھاتا ہوں حاجی صاحبؒ کہنے لگے کہ وہ آپ کا مان نہیں رکھیں گے۔ خواہ مخواہ مایوس لوٹو گے لیکن میرے دل نے نہ مانا۔ میں وہاں گیا۔ جہاں پر مخالف اور مختلف قبائل قریشی جمع ہوئے تھے۔ جو بظاہر درویش صورت لیکن قلب کے سیاہ، بھیڑیوں سے بدتر تھے۔ انہیں کتنا ہی میں نے سمجھایا لیکن وہ باز نہ آئے بلکہ خرافات بکنے لگے۔ جب ان سے کچھ حاصل نہ ہوا تو میں نے حاجی صاحبؒ کے بیٹوں کو جاکر سمجھایا کہ شرپسند لوگوں کے کہنے پر آکر آپ لوگ اپنے ہی خاندان کی رسوائی پر کیوں تلے ہوئے ہو۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اولاد تو عربی نسل کی، رنگ میں ظاہر ہو اور باپ نھڑیہ یا جو نیجہ، صدیقی نسل سے الگ ہو۔ اولاد کو تو باپ سے ہی منسوب کیا جاتا ہے۔ اس وقت تو عربی نسل کہلاؤ گے لیکن بالاخر باپ کے پیچھے نھڑیہ اور جو نیجہ ہی کہلائے جاؤ گے پھر تو انہوں نے تیور بدلے اور ڈنڈے اور لاٹھیاں لے کر مرنے مارنے کے لیے تیار ہوئے لیکن کچھ اور لوگوں نے بیچ بچاؤ کیا۔ اس طرح جھگڑا اور فساد ٹل گیا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ حاجی صاحبؒ سے فساد کرنے کا سبب یہ ہے کہ قریشیوں میں جہاں بھی ثقفی، مضربی اور نبی تمیمی ہوں گے۔ وہاں پر فساد کے سوا اور کچھ نہ ہوگا۔

---

(۱) معلوم ہوتا ہے کہ یہ دور محمد داؤد خان یا ان کے اقربا یا ان سے کچھ پہلے کا ہے۔ زیادہ تر خدا یار خان عباسی کا زمانہ لگتا ہے۔ دہلی کے بادشاہوں والی سند کی نقل لی گئی ہے۔ حکومت سندھ کی مہر ثبت ہونے سے سندھ کے بادشاہ کی طرف سے جاری کردہ نہیں جاننا چاہیے۔ محض ان کی مہر تصدیق ثبت ہے (میر نور علیؒ اور میر محمد شجاعؒ)

حاجی صاحبؒ کو ۱۱۲۲ھ (۱۷۱۰ء) تک اور اولاد[1] نہیں ہوئی تھی لیکن خواجہ ابوالقاسم قدس سرہ کی دی ہوئی بشارت[2] پر انہیں یقین تھا کہ میرے گھر یہ فرزند ارجمند ضرور بالضرور تولد ہوگا۔ خواجہ صاحبؒ کا فرمودہ برحق ہے۔ توقع ہے کہ حق باطل پر غالب آئے گا۔ بیٹوں اور مخالفوں کے جھگڑے کے بعد لوگوں کے دلوں میں حاجی صاحبؒ کی عزت روزبروز بڑھتی گئی۔ رجوعات پہلے سے زیادہ ہونے لگی۔ "اللہ تعالیٰ ایک در بند کرتا ہے تو دوسرا کھول دیتا ہے" یہ مثال یہاں کافی شاہد ہے۔

مولف رفیق علی شاہ کہتے ہیں کہ صدیقی مخدومین میں سے ایک دفعہ قطب وضوح مخدوم نوحؒ حاجی صاحبؒ کے ہاں مہمان ہوئے۔ آپ نے ان کی بہت خاطر تواضع کی۔ میں نے حاجی صاحب سے پوچھا کہ آپ مخدومین کے ثانی و شریک ہیں۔ وہ آپ سے برتر نہیں پھر اس قدر ادبیت و مروت سے آخر کیا مراد ہے؟ اس پر شیخ حاجیؒ نے جواب دیا کہ ان کے اسلاف شیخ یمائیؒ کے استادوں میں سے ہیں۔ ہمیں شیخ یمائیؒ کا لحاظ کرتے ہوئے استادوں کی خدمت مناسب لگتی ہے۔

---

(۱) واضح ہو کہ ۱۱۲۵ھ مطابق ۱۷۱۳ء میں فرزند محمد زمان صاحب (قدس سرہ) لواری شریف میں تولد ہوئے پیدائش سے ہی حضرت عیسیٰؑ کی مثل تھے۔ ۱۱۵۰ھ مطابق ۱۷۳۷ء میں پرانی لواری کو خیرباد کہہ کر نشیبی زمین پر لواری کا نیا شہر بسایا۔ آپ کا وصال ۱۱۸۸ھ مطابق ۱۷۷۴ء میں ہوا۔ آپ کے وجود مسعود کو اسی حجرے میں جہاں آپ خلوت گزین تھے۔ سپرد خاک کیا گیا۔ جس پر عالیشان روضہ مبارک بنا ہوا ہے۔ آپ کو کئی ایک اولاد ہوئی لیکن سوائے ایک فرزند خواجہ گل محمد قدس سرہ کے باقی سب بچپن میں ہی فوت ہو گئی۔

حاجی صاحبؒ کو نھڑیہ قوم کی بی بی صاحبہ سے کوئی نرینہ اولاد نہ تھی مگر دو بیٹیاں ہوئیں۔ تیسری وہ لڑکی جو حاجی صاحب نے پرورش کی تھی۔ جس سے میاں سلیمان اور میاں بلاول پیدا ہوئے۔ میاں بلاول مولف جواہر ابھی حیات ہیں۔ تحفتہ الکرام کے صاحب لکھتے ہیں کہ اس خاندان کے اسلاف ملک کچھ میں رہتے تھے۔ حاجی صاحبؒ جھگڑے کے بعد قدیم لواری میں بدستور رہائش پذیر رہے لیکن آپ کی اعلیٰ شان و شہرت حضرت خواجہ محمد زمان قدس سرہ کی بدولت ہوئی ہے۔ جس کی تعریف "تحفتہ الکرام" اور "معیار" میں کی گئی ہے۔

(میر نور علیؒ اور میر محمد شجاعؒ)

(۲) کسی اور روایت میں ہے کہ یہ بشارت حضرت خواجہ محمد اشرف قدس سرہ کی دی ہوئی ہے۔

(میر نور علیؒ اور میر محمد شجاعؒ)

حاجی صاحبؒ ہمیشہ اپنے حال میں خوش رہے۔ تقویٰ اور رضا کے صاحب تھے۔ ان کے فیض کی روانی دیکھ کر لوگ ان کے در پر کھنچے کھنچے چلے آتے تھے۔ ان کی وفات تقریباً ۱۱۴۹ھ (۱۷۳۶ء) میں ہوئی۔ مزار شریف قدیم لواری میں واقع ہے۔

مولف رفیق علی شاہ کہتے ہیں۔ کہ میں نے کئی کتب تواریخ کی ورق گردانی کی ہے۔ ہند اور سندھ، کچھ، مصر اور یمن کا سفر کیا ہے۔ بلخ بخارا، خراسان اور نجف گھوما ہوں۔ ان علاقوں کے نسب نامے، صحیح یا بناوٹی جانچ کر دیکھے ہیں۔ سنی سنائی خواہ دیکھی ہوئی، سیدوں اور قریشیوں کی کتنی ہی شاخیں قابل ذکر ہیں لیکن طوالت کے خوف سے یہاں پر ان کا ذکر نہیں کیا جا رہا۔

کہیں اس طرح بھی دیکھا گیا کہ کئی مشائخ کرام کے مرید نہایت صداقت کی وجہ سے صدیق اور صادق مشہور ہوئے پھر ان کی اولاد نے اپنے آپ کو دانستہ صدیقی[1] کہلوایا اور تاویل کے ذریعے خود کو صادق کہلواتے آئے۔ یہ صدیقین سے علیحدہ ہیں۔ کئی شہروں میں مصنوعی[2] نسب نامے بھی ملتے ہیں۔ ان سب سے صرف نظر کر کے میں نے فقط مالکی شاخ جو سندھ سے کچھ میں مقیم تھی۔ اس کا ذکر کیا ہے۔ شیخ عبداللطیفؒ کے قدیم اور ماسبق اسلاف کی پوری تاریخی تحقیقات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اصلی شاخ بکری حضرت عبدالرحمٰنؓ بن سیدنا ابوبکر صدیقؓ سے نکلی ہے۔

---

(۱) ایسے مصنوعی نسب ناموں کی چھان پھٹک، سید کبیر نے اپنی کتاب "معیار" میں کی ہے جو تواریخ تحفتہ الکرام کا ایک حصہ ہے (میر نور علیؒ اور میر محمد شجاعؒ)

(۲) اصلی اور مصنوعی نسب ناموں کی تمیز باقی نہیں رہی۔ جس طرح کسی نے اپنے آپ کو کہلوایا۔ اسی طرح ہوتا گیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگ علم تواریخ سے نابلد ہیں۔ اس ملک کے بڑے وڈیرے اپنی ٹنڈ بڑھا کر بغض سے بھرپور ہیں۔ حسد کی بدولت ہر ایک کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ عام تذکروں کا ان پر زیادہ اثر ہے۔ کوئی تحقیقات نہیں کرتے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے ایک بڑھئی کو دیکھا۔ مسکینی اور تنگ دستی میں گزر بسر کرتا تھا۔ وہ کہتا تھا کہ میں قریشی فاطمی ہوں۔ عام لوگ اسے بڑھئی اور بڑھئی کا بیٹا کہتے تھے لیکن جانچ کرنے پر معلوم ہوا کہ برابر وہ قریشی فاطمی ہے (مولف)

دوسری شاخ سندھ میں مخدومین ہالا والوں کی ہے جو عبدالرحمٰن بن قاسم بن محمد بن سیدنا ابوبکر صدیقؓ سے نکلی ہے۔

مالکی شاخ سے زیادہ مخدومین کی شہرت سندھ میں ان اسباب کی بنا پر ہے۔

مخدوم گھرانہ سندھ میں آکر یہیں بسا رہا۔ سندھ میں مسلم حکام اسلام پرور تھے۔ جنہوں نے ان کی عزت اور شہرت میں اضافہ کیا۔ مالکی شاخ کے اسلاف ہندو ریاست کچھ میں مقیم ہوئے۔ راجاؤں کا کوئی واسطہ عرب قوم اور مسلمانوں سے نہ تھا۔

خود مالکی شاخ والوں نے سہروردی مخدومین کو "شیخ یمانیؒ" کے لحاظ کی وجہ سے استادوں جیسی عزت دیتے تھے۔ خدمت گزاری بھی ایسی ہی کرتے تھے۔

ادبیت کی بنا پر مالکیوں نے اپنے آپ کو شیخ یا پیر نہیں کہلوایا بلکہ شیخ یا پیر کہنے پر آزردہ ہوتے تھے۔ جیساکہ اوپر کہا گیا ہے۔ وہ فقیری کے نام سے ہی گزر اوقات کو زیادہ پسند کرتے تھے۔

مولف کہتے ہیں۔ مجھے یاد ہے کہ ملک کچھ کا ایک امیر آدمی شیخ طیب کا معتقد ہوگیا۔ اس نے مرید بننے کا ارادہ ظاہر کیا۔ شیخ نے فرمایا کہ آپ مخدوم صاحب کے پاس جائیں۔ ان سے فیض حاصل کریں۔ مجھ سے وہ اعلیٰ اور بڑھ کر ہیں۔ اس کے جانے کے بعد حاضرین مجلس میں سے مولف نے پوچھا کہ مخدوم سہروردی طریقے کا ہے یا کسی اور طریقے کا؟ وہ آپ سے کس طرح اعلیٰ ہے؟ شیخ نے فرمایا کہ ہے تو سہروردی! لیکن استادی کی خاطر اس کی تعریف اس کے شایان ہے۔ یہ شخص بھی بڑا آدمی ہے اور مخدوم بھی جاہ و جلال والا ہے۔ دونوں فریق باہم نبھ جائیں گے۔ ہم فقیروں پر اس کا اعتقاد نہیں ٹھہرے گا۔ یہاں زمین پر بیٹھنے سے وہ ہچکچائے گا اور شرم محسوس کرے گا۔

تیسری شاخ قطب ملتانیؒ والوں کی ہے۔ جسے کچھ لوگ صدیقی کہتے ہیں لیکن تاریخ یہ نسب نامہ معتبر نہیں جانتی۔ تواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شاخ "اسدی" صحیح ثابت ہے۔ نہ کہ صدیقی! مالکی شاخ والے صاحبان۔ ملتانی

مخدومین سے بھی وہی استادوں جیسا برتاؤ کرتے آئے ہیں۔ یہ مخدومین جب بھی ان کے ہاں مہمان بن کر آتے۔ ان کی خوب خاطر مدارات کیا کرتے تھے۔

جن نسب ناموں کو صحیح ہونے کا دعویٰ ہے۔ ان سے یوں ظاہر ہوتا ہے کہ کچھ طریقتی سلسلے کے لحاظ سے صحیح ہیں لیکن نسبی لحاظ سے عربی نسل نہیں۔ الحمداللہ! مذکورہ تینوں شاخیں معانی خواہ نسب دونوں لحاظ سے صحیح ثابت اور آباد ہیں۔ انہیں اللہ تعالیٰ تاقیامت سلامت اور آباد رکھے۔ آمین!

مؤلف کا احوال

لطیفتہ التحقیق کے مولف سید رئیق علی شاہ پشنگی کے اسلاف اصلاً پشنگہ کے رہنے والے تھے۔ پیری مرشدی ان میں پہلے ہی مروج تھی۔ مولف کے دادا کو حضرت پیر دستگیر بغدادیؒ بادشاہ نے خواب میں ارشاد فرمایا کہ اے حسینی! میری اولاد میں آ۔ قیامت کے دن حسینی ہو کر اٹھ! ان کی عمر اس وقت ۱۳ برس تھی۔ مجھ سے کہا کہ دنیا میں 'میں اس صورت میں زندہ ہوں۔ نیند سے بیدار ہوا۔ دکھائی گئی صورت کی تلاش میں نکلا۔ ڈھونڈھتے ڈھونڈھتے یہ حسین صورت اور من موہنی مورت مجھے اچ شریف میں دکھائی دی۔ ان کے قدموں میں گر کر دست بوسی کی۔ اس وقت سید محمد غوثؒ نے فرمایا کہ میں تمہارے انتظار میں تھا۔ کیونکہ مجھے حضرت محبوب سبحانی قدس سرہ نے تمہاری صورت دکھلا کر فرمایا ہے کہ تم اپنی امانت اسے سپرد کر دینا۔ اسی رات امانت اور خرقہ خلافت عطا ہوا۔ چالیس دن گزر جانے کے بعد مجھے اپنے وطن پشنگہ لوٹنا پڑا۔ مجھ پر قادری طریقہ کے ذکر کا ایسا غلبہ ہوا کہ میرے خویش واعزا کو اس حال کی خبر ہو گئی۔ یہ بات انہیں ناگوار گزری۔ میرا وہاں رہنا دوبھر ہو گیا۔ ہجرت کر کے ملک کچھ کے شہر نزیہ میں آکر رہنے لگا اور دو پشتوں سے یہیں رہتے آئے ہیں۔ میرے دادا نے ۱۰۰۲ھ میں وفات پائی۔ ان کی عمر ۱۱۵ برس سے زیادہ تھی۔ میرے والد بزرگوار جب ۱۸ برس کے تھے تب انہیں خلافت کا جبہ پہنایا گیا۔ ۱۰۷۰ھ میں وہ واصل باللہ ہوئے۔

میری خوش عقیدت اور شناسائی حاجی صاحبؒ کے اسلاف سے تھی۔ حاجی صاحبؒ کے موجود تین بیٹوں کی ان سے مخالفت ہو گئی۔ اس لیے مجھے لطیفتہ التحقیق۔ نسب نامہ سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے نام سے لکھنے کے لیے قلم اٹھانا پڑا۔ یہ

احوال شیخ حاجی صاحبؒ کے نسب نامہ کی سند سے لیا گیا ہے۔ جس پر سندھ کے کلہوڑا حکام کی مہر تصدیق ثبت ہے۔ یہ سند شیخ حاجی صاحبؒ کے پس ماندہ خاندان میں موجود ہے اور انشاء اللہ آیندہ موجود رہے گی۔

آخر میں یہ عرض ہے کہ جو کوئی بھی اس رسالے (کتاب) کو پڑھے۔ وہ دعائے خیر کرے۔ کیونکہ میری عمر پوری ہونے کو ہے۔ میری اس وصیت کو اہل دل دیکھیں تو عالم برزخ میں میری اعانت کریں۔ کیونکہ اولیاء اللہ کی ایک دعا، اصل ریا کے ستر ختمے بخشنے سے بہتر ہے۔ والسلام وھوالسلام۔

سید علی رضوی کہتے ہیں کہ مولف کے اصل دستخط والی تحریر سے یہ مندرجات نقل کیے گئے ہیں مولف نے ۱۱۲۴ھ (۱۷۱۲ء) میں وفات پائی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کی ان پر رحمت ہو اور وہ جنت میں داخل ہوں۔ آمین۔